

محمد و نضی علی رسولہ الکریم

شماره اول

(پنجابی)
بھیرہ

دستآورد
ماہواری

۱۹۳۰
ماہ مئی

مدیر

ظہور احمد خاں



بیادگار

اعلیٰ حضرت جامع الشریعت والصلوٰۃ فخر العلماء قد وہ السالکین زبدۃ العارفین
امام النشوق مولانا احسان محمد ذاکر گوی نور اللہ مرشدہ

اغراض و مقاصد

- ۱۔ اندرونی و بیرونی عملوں سے اسلام کا تحفظ۔ تبلیغ و اشاعت اسلام۔
- ۲۔ اصلاح رسوم۔
- ۳۔ احیاء و اشاعت علوم و فنیہ۔

قواعد ضوابط

- ۱۔ رسالہ کی عام قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ مقرر ہے۔ مگر جو صاحب یا پیچیدہ یا اس زیادہ رقم بعض اعانت ارسال فرمائیں گے۔ وہ معاون خاص تصور ہونگے۔ ایسے حضرات کے اسماء گرامی شکریہ کے ساتھ درج رسالہ ہوا کریں گے۔
- ۲۔ غریب اور مفلس اشخاص اور طلباء کیلئے رعایتی قیمت دو روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ ممبران حزب الانصار اور حزب الانصار کے معاونین کی خدمت میں رسالہ بلا معاوضہ بھیجا جائیگا۔ چند ممبری کم از کم اہم راہنما مقرر ہے۔
- ۴۔ جو صاحب کم از کم ۵ خریداریہ دینگے وہ معاونین میں شمار ہونگے۔ اور ان کی خدمت میں انکی خواہش پر ایک سال کیلئے رسالہ مفت جاری کیا جائیگا۔
- ۵۔ بذریعہ وی بی ارسال کرنے پر کم از کم ۵ خریداریہ ہوتے ہیں۔ نیز بعض اصحاب وی بی واپس کرتے ہیں۔ ایسے وفتر کا نقصان ہوتا ہے۔ لہذا جملہ خریداران زر چندہ بذریعہ وی بی آرڈر ارسال فرمایا کریں۔
- ۶۔ نمونہ کار پر ہر مکتبے کے لئے پریلگ۔ مفت نہیں بھیجا جاتا۔
- ۷۔ رسالہ ہر ستمبر کی ماہ کی ۲۰ تاریخ کو پھر سے ڈاک میں ڈالا جاتا ہے۔ چونکہ رسائل کے چونکی آجکل کثرت ہے اسلئے جس صاحب کے لئے وہ حکم سے پہلے اظہار عیدیں۔ ورنہ وفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
- ۸۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام میجر رسالہ شش سالہ بھرہ و نجاب ہونی چاہئے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شمس الام

ماہجری سالہ

جلد ۱ بابت ماہ معی ۱۹۳۰ء مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ نمبر ۵

صفحہ	مضامین	نمبر
۲	مولانا اصغر علی صاحب رومی	۱ باب التفسیر
۱۰	ماخوذ	۲ باب الحدیث
۱۲	دعویٰ	۳ باب الفقہ
۱۵	"	۴ سلاکِ خواہر
۱۸	"	۵ کمالِ عبدیت
۲۱	مولانا سید نذیر الحق صاحب قادری میٹھی	۶ درسِ حیات
۲۶	مولانا غلام رسول صاحب انگوئی	۷ نبوتِ شرعی و غیر شرعی
۳۰	مولوی عبد المجید صاحب بھیدی	۸ منظر

باب التفسیر

(از مولانا اصغر علی صاحب روحی)

ان المتقين عند ربهم | بیشک پرہیزگاروں کیلئے ان کے رب کے پاس
جنات النعیم | نعمت ابدی کی جنتیں ہیں۔

لفظ عند علی زبان میں کبھی تو قرب مکان کا مفہوم ظاہر کرتا ہے۔ اور کبھی قرب
رتبہ و درجہ کے لئے آتا ہے۔ اور یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ اسی مفہوم کی رو سے ملائکہ کو
مقرَّبون کہا گیا ہے۔ جنات النعیم سے ایسی جنات مراد ہیں جن کی خوشی غیر متبدل اور
بے زوال ہے۔ جس میں بدمزگی اور کدورت کو کسی طرح دخل نہیں بخلاف دنیا کی
خوشی کے جس کے ساتھ بدمزگی اور کدورت لازم ہے۔ متقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو
کفر سے بھلکر معاصی سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ کیونکہ جنت فاسق و فاجر کی جگہ نہیں۔
متقین میں وہ فاسق و فاجر بھی داخل ہیں جو توبہ کر کے رجوع الی اللہ کر لیں۔ اور
مرنے سے پہلے معاصی سے بالکل باز آجائیں۔ اور اگر مسلم بلا توبہ مر جائے تو
اُس کے لئے بھی جنت ہے۔ مگر اعمال کی جزا ہر حالت میں ضروری ہے۔

بہشت مطلقہ و زگنہ نہ پرہیزی

بہشت منزل پرہیزگار خواہ بود

فبجعل مسلمان کا اجر میں | کیا ہم فرما رہے ہیں جو لوگوں کو گنہگاروں جیسا بنا دیں گے؟

بطور استغناء انکار ارشاد فرمایا کہ کفار کا یہ خیال کہ اگر قیامت واقعی صحیح ہے تو وہاں
بھی ہم ہی اعلیٰ درجات کے مالک ہونگے۔ بالکل غلط ہے کفار کہا کرتے کہ اگر مسلمان لوگ
واقعی خدا تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں تو پھر وہ دنیا کی مال و دولت کیوں ہرچیز
نہیں جبکہ ہم ان سے ہر ایک طرح دنیوی وجاہت اور آسائش میں ممتاز ہیں۔
مسلموں کو ہوا کہ ہم خدا تعالیٰ کے مقبول اور مورد رحمت ہیں اور قیامت کو

بھی اسی نسبت سے ہم آرام و آسائش کے مالک ہونگے یعنی وہاں بھی ہم ہی عزت پائیں گے۔
اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کو یوں رد فرمایا کہ ایماندار اور کافر جملہ ہمیں
جسماں ہو سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں۔

مالکہ کیف تخمکون | تمہیں کیا ہوا تم کیسے یہ فیصلہ کرتے ہو ؟

بطور اظہار تعجب فرمایا کہ تمہاری عقل کہاں گئی ؟ ایسی بات کو تم لوگ کیونکر
صحیح قرار دیتے ہو کیونکہ یہ فیصلہ تو ظلم صریح ہے اور سر اسر قول قبیح جبکہ ہر دو گروہ کا
طرفی باطل علیحدہ علیحدہ ہے۔ یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کے مطیع اور محب اور دوسرے
اللہ تعالیٰ کے سرکش اور دشمن۔ پھر نتیجہ میں ہر دو یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں ؟

ام لکم کتاب فیہ تدیسون | آیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم
ان لکم فیہ لما تخیرون | یہ پڑھتے ہو کہ تمہارے لئے ہمیں ہی کچھ ہے تو تم پسند کر رہے

کفار کے مذکورہ بالا خیال کے بطلان پر دلیل ہے۔ کیونکہ ان کا ایسا فیصلہ کر لینا یا
تو کسی آسمانی کتاب کا حکم ہونا چاہیے۔ سو یہ باطل ہے۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسی
شہادت نہیں جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ قیامت کو انہیں وہی کچھ پیش آئیگا جس کو وہ
اپنی مرضی سے پسند کرتے ہیں۔ یعنی کہ عاصی اور مطیع میں کچھ امتیاز نہیں ہوگا۔

ام لکم ایمان علینا بالافتاء | آیا تمہارے لئے ہم پر ایسی مضبوط قسمیں ہیں جو قیامت
الی یوم القیامۃ | تک قائم ہیں۔ کہ تمہارے لئے وہی کچھ ہے جس
ان لکم لما تمحکمون | کا تم فیصلہ کر رہے ہو ؟

ایمان جمع ہے یمن کی اور بالغہ معنی کاملہ مراد موکدہ۔ الی یوم القیامۃ۔ اے ثابتہ
لی یوم القیامۃ اور جبکہ ان لکم الخ جواب قسم ہے کیونکہ جملہ ام لکم ایمان علینا کا حاصل یہ ہے
ام تمسنا لکم۔

مطلب یہ ہے کہ آیا ہم نے ان لوگوں سے کوئی ایسی مضبوط قسمیں کھائیں ہیں۔ جن
کی پابندی قیامت کے دن تک ہم پر لازم سمجھی گئی ہے۔ اور قیامت کو وہ قسمیں ان
کی حسب مرضی پوری کر دی جائیں گی۔ یعنی کیا بندہ یہ کسی مضبوط قسم کے ہم سے ان لوگوں

عہد کر رکھا ہے۔ کہ قیامت کے دن ہم تمہاری حسب مرضی تم سے سلوک کریں گے۔
انی یوم القیمۃ کو اگر ثابتہ کے متعلق نہ کریں۔ بلکہ بانٹہ کے متعلق سمجھیں تو بھی مال ایک ہی

لے پیغمبر ان لوگوں سے پوچھو۔ کہ تمہارے

اس فیصلہ کا کون ذمہ دار ہے ؟

سلسلہ ایضہ بذلک زعمیم

زعیم مصدر زعامۃ سے مشتق ہے جس کے معنی کفالت کے ہیں۔ زعیم القوم وہ
شخص جو ان کے نیک بد کا منہد ہو۔ اس آیت میں جناب پیغمبر علیہ السلام کو خطاب
ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں سے پوچھیں۔ کہ تمہارے اس خیال کے سچ کر دکھا
کا کون شخص ذمہ دار ہے مطلب یہ ہے۔ کہ تمہارا یہ خیال خارج از عقول ہے جس

سے ان کا مذم قرار پکرا نہیں چپ رہنا پڑے اور جواب میں ان سے کچھ نہ پڑے

ایا ان کیلئے کوئی لوگ شریک دعویٰ ہیں سو

اگر ایسی بات ہے تو انہیں لائیں اگر اپنے دعویٰ

ام لم شروا فلیا تو ابشر کاہم

ان کا لوا صدقین

میں سچے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام ممکنہ صورتوں کا ذکر فرما کر کفار کے اس دعویٰ کو کہ

قیامت کو ہم ہی صاحب امتیاز ہوں گے باطل ثابت کیا پہلے فرمایا کیف تخمون یعنی یہ با

تو خارج از عقل ہے کہ مطیع و عاصی میں امتیاز نہ ہو تم لوگ کیسے یہ دعویٰ کرتے ہو ؟ گویا دلیل

عقلی ہی تمہارے دعویٰ کی موید نہیں۔ پھر فرمایا ام لکم کتاب الایۃ یعنی کسی آسمانی کتاب

کے حوالہ سے بھی تمہارا دعویٰ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ اس لئے دلیل نقلی بھی تمہارے

دعویٰ کی مثبت نہیں۔

دعویٰ کی مثبت نہیں۔

پھر فرمایا ام لکم ایمان علینا الایۃ یعنی ہم نے تم سے کوئی عہد بھی ایسا نہیں باندھ رکھا۔

جس کا ایفا ضروری ہو۔ اس لئے معاہدہ کی صورت بھی باطل ٹھہری۔ اب رہی چوتھی صورت وہ یہ

ہے۔ کہ اگر مذکورہ بالا وجہ دلائل میں سے تمہارے پاس کچھ نہیں۔ تو کم از کم تقلید ہی اپنا ثبوت

پیش کرو۔ اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اور لوگ اہل عقل و دانش تمہارے ساتھ اس دعویٰ

میں شریک ہوں جن کی تقلید میں تم یہ دعویٰ کر رہے ہو۔ تو بیشک وہ نہ تقلید تمہارے دعویٰ کو

بادلیل بناوے۔ اگرچہ تقلید فی حد ذاتہ کوئی خجست نہیں مگر بطریق تنزل یہی سہی۔ لیکن تم تو اس وجہ دلیل کے پیش کرنے سے ہی عاجز ہو۔ کیونکہ تمہارے ساتھ اس نوعی میں کوئی شخص شریک نہیں۔ سوجب تمام وجوہ دلیل باطل ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور کچھ تم سمجھے ہو محض گمان باطل ہے۔

ان آیات سے بشارۃ النص ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب کسی ایسے امر کی بابت فیصلہ کرنا ہو جو ہمارے سامنے نہیں۔ تو چاہئے کہ تمام موجودہ اور ممکنہ قرائن سے اپنی رائے کو تقویت دیں۔ اور جس رائے کی تائید ہو اسی کو بگمان غالب قابل عمل سمجھیں مثلاً کوئی شخص جنگل میں قبلہ بھول جائے تو قیامین قبلہ یقرا ئن غالب کر کے نماز ادا کرے۔ اور اگر ایسا نہ کر گیا۔ تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس کو اصلاح فقہ میں بخیریت بولتے ہیں۔

یوم یکشف عن ساق و
یدعون الی السجود فلا
یستطیعون خاشعۃ
الابصار ہم ترہقہم ذلۃ
وقد کالوا یدعون
الی السجود وہم سالمون

اس دن کو یاد کر جس دن پنڈلی برہنہ کی خانگی اور (منکرین) سجدے کی طرف بلائے جائیگے سو انہیں سجدہ کی قدرت نہ ہوگی حال یہ ہوگا۔ کہ انہی نگاہیں دلیل ہوں گی امدانِ دلالت چھائی ہوگی۔ اور (اس سے پہلے دنیا میں) انکو سجدہ کی طرف بلایا جاتا تھا بحالیکہ وہ اچھے بھلے تھے۔

یوم طرف فعل متعذر یعنی اذکر کے متعلق ہے۔ کشف ساق سے بطور استعارہ تمثیلی کسی امر کی شدت اور کسی حالت کی صعوبت مراد ہے ورنہ وہاں کوئی حقیقی ساق نہیں ہوگی۔ اس کی بعینہ ایسی صورت ہے۔ جیسے کسی دست بریدہ بخیل آدمی کو کہیں یہ مغولہ یعنی اس کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ یعنی جو نہیں کرتا حالانکہ اس کا ہاتھ حقیقت میں نہیں۔ مگر بطور استعارہ اس کیسے ید کا لفظ بولنا صحیح ہے۔ اہل عرب محاورہ میں بولتے ہیں کشف الحرب عن سابقہا یعنی لڑائی نے اپنی پنڈلی تنگی کر لی اور اس سے لڑائی کی مارا مار اور شدت حالت مراد ہوتی ہے۔ اور قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی

مصیبت کا موقع پیش آجائے۔ اور بھاگنا ضروری ہو جائے۔ تو ہڈی پر سے
 کپڑے کا دامن اٹھا کر بھاگا کرتے ہیں۔ کسی امر میں محنت و مشقت برداشت
 کرنے کے موقع پر پڑتے ہیں۔ شمع عن ساقک (اپنی ہڈی پر سے دامن کو چھین لے
 یعنی مشقت برداشت کر۔

مرحوق کسی چیز کا دوسری چیز پر طاری ہونا۔ چھا جانا۔
 اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جبکہ لمبے دھرت اور ہول
 کے کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا۔ اور ہر ایک شخص آپا دہانی میں لگا ہوگا۔ اور
 ایک عام پریشانی اور سرسامی غالب آ رہی ہوگی۔ منکرین کو بطور توبخ و سرزنش
 کے حکم ہوگا کہ دنیا میں تم لوگ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور سجدے سے منکر و سرکش
 رہ چکے ہو اگر حضرت رب العزت میں سجدہ عبادت بجا لاؤ۔ مگر انہیں ہرگز یہ
 توفیق نہ ملیگی۔ کہ سجدہ بجا لاسکیں اس لئے ایسی مصیبت کی حالت میں جب
 ان پر حقیقت الامر کا انکشاف ہوگا۔ تو مائے ندامت کے ان کے چہروں پر
 ذلت اور حسرت کے آثار نمایاں ہونگے۔ کیونکہ دنیا میں جو دارالاعمال تھا وہ
 لوگ عبودیت کے اظہار سے سرکش اور اقرار ربوبیت کے مقتضایہ عبادت
 نفور تھے۔ اس لئے دارالجزا میں جبکہ تلافی کا موقع ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔ انہیں
 ہرگز یہ استطاعت نہ ہوگی۔ کہ اظہار عبودیت کر سکیں۔ اور سجدہ کے حکم کی وجہ
 یہ ہے کہ ان کی حسرت و محالیت اور زیادہ ہو۔ لہذا وہ لوگ فرصت عمل کو عداً ضائع
 کر دینے پر واویلا پکڑنے لگیں گے۔

مہ فرصت از دست گر بادت ! کہ گئے سعادت زمیں اں بری
 کہ فرصت عزیز است چوں فوت شد بے دست حسرت بنداں بری
 اس آیت شریفہ میں یکشف عن ساق پر اکثر مفسرین نے بحث کی
 ہے۔ امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کہتے ہیں۔ کہ آیت میں ہرگز اس امر
 کا ذکر نہیں کہ ساق سے کس چیز کی ساق مراد ہے۔ آیا ساق عرش یا ساق جہنم یا

ساق ذات باری جو حکم الحاکمین ہے اگر محاورہ اہل عرب کے مطابق کشف ساق کی حقیقت کو سمجھا جائے تو علم بیان کی رُو سے اس سے مراد قیامت کی شدت حالت اور ہول عظیم ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس کی تائید میں بعض آثار میں جس کو بہتی اور حاکم اور ابن ابی حاتم وغیرہ محدثین روایت کرتے ہیں۔ یوں وارد ہوا ہے کہ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ان سے اس آیت کی بابت پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب قرآن مجید کے معانی سمجھنے میں تمہیں کچھ دقت پیش آیا کرے۔ تو اشعار عرب کی طرف رجوع کیا کرو۔ کیونکہ شعرا عرب کا دیوان ہے۔ پھر اس آیت کے متعلق فرمایا کہ کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا۔

قد سن لی قوماً ضرب الاعناق
وقامت الحرب بنا علی ساق

اس میں قیام الحرب علی ساق سے مراد لڑائی کی شدت اور اس کی مار مار ہے۔ مگر اس سے بھی واضح الفاظ میں ایک اور عرب لڑائی کی شدت و سختی کے موقع پر یوں کہتا ہے۔

کشفتم لکم عن ساقنا وید من الشرا لصرح

یعنی لڑائی نے تمہارے لئے اپنی پشت کو برہنہ کر لیا فوج شدت اور زور کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی اور خالص شریعی لڑائی کھلم کھلا ظہور میں آ گئی۔ اکثر مفسرین اسی تفسیر کو ظہور کیا ہے۔ اور احوال قیامت کے اظہار کے لئے یہی معنی جیساں میں مگر بخاری اور ابن منذر اور ابن مردودہ پر قیامت ابو سعید رضی اللہ عنہ اس کے متعلق یوں روایت کرتے ہیں۔

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکشف دینا عن ساقہ فیسجد لہ کل مومن ومومنة یعنی میں نے جناب پیغمبر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ساق کو برہنہ کرے گا۔ سو تمام ایمان دار مرد اور عورتیں اُس کے حضور میں سجدہ بجا لائیں گے۔ اور

وَيُغِي مَن كَانَ لِيَسْجِدَ فِي الدِّينِ
رِيَاءً وَسَمْعَةً فَيَذْهَبُ
لِيَسْجِدَ فَيَعُودَ ظَهْرَهُ طَبَقًا
وَاحِدًا -

جو لوگ دنیا میں ریا اور ناموری کی خاطر سجدہ
کیا کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے مگر
انکی پیٹھ کے تہرے سخت ہو کر باہم ایسے چسپاں
ہو جائیں گے کہ وہ جھک نہیں سکیں گے۔

اس حدیث کی رو سے بظاہر ساق سے ساق ذات باری کا مفہوم پایا جاتا
ہے۔ اور اس سے مراد تجلی ذات باری ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ اہل ایمان پر
متجلی ہونگے۔ اور وہ غایت لذت و حیرت کی وجہ سے سرسجود ہو جائیں گے۔ مگر کفار
کو یہ توفیق نہیں ہوگی۔ لہذا ساق ذات باری کی حقیقت کی ہم وہی تفسیر کریں گے۔ جو
یہ۔ وجہ۔ یحییٰ کی دوسری آیات متشابہات میں کی گئی ہے۔ مگر بعض شارحین نے
اس حدیث میں بھی ساق سے کرب و شدت کی حالت مراد لی ہے یعنی یہ ہونگے۔
کہ جس دن اللہ تبارک و تعالیٰ احوال قیامت کو ظاہر فرمائیں گے۔ اور اس صورت میں
حدیث کے لفظ ساق کا مفہوم کرب و شدت ہوگا۔ جیسے عذاب و ہولہ وغیرہ۔ اسلئے اس
حدیث کا حاصل یہ ہوگا۔ کہ ایسے پُر ہول موقع اس غرض سے کہ مومن و منافق میں امتیاز
ہو جائے۔ اور منافقین کی حسرت و مذمت زیادہ ہو۔ حضرت رب العزت کی طرف سے
سجدہ کا حکم ہوگا۔ سوا اہل ایمان تو جھٹے سرسجود ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ دنیا میں بھی اسی
کی عبادت میں سرسجود رہتے تھے۔ مگر کفار و منافقین کو یہ توفیق نہیں ملے گی۔ کیونکہ وہ دنیا
میں بھی اظہار عبودیت بے بہرہ تھے۔ لہذا وہاں بھی انہیں یہ بات نصیب نہ ہوگی کیونکہ
احادیث و آثار صحیحہ میں وارد ہو چکا ہے۔ کہ قیامت کے دن لوگ اسی حالت میں محشور
ہونگے۔ جس حالت پر دنیا میں ان کا خاتمہ ہوا تھا۔ دیکھو اللہ تبارک و تعالیٰ صاف صاف
فرماتا ہے مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَوَاقِي الْآخِرَةِ اَعْمٰی یعنی جو شخص دنیا میں اندھا رہا۔ یعنی مولیٰ
سے پوشناس نہیں ہوا۔ وہ قیامت کو بھی اندھا ہی محشور ہوگا۔ یعنی وہاں بھی انوار
تجلیات ربانی کا جلوہ گاہ نہیں ہوگا۔ اور اس محبوب حقیقی کی رویت سے محروم رہیگا۔
بعض آثار میں وفد کا نواید عون الی السجود وہم سالون کی تفسیر میں وارد ہوا ہے

کہ دنیا میں بوقت نماز چچکا نہ بدریہ اذان انہیں مسجد کی طرف بلا یا جاتا تھا۔ اور وہ اچھے بچھے ہوئے۔ مگر مسجد میں اہل ایمان کے ساتھ ملکر نماز نہیں ادا کیا کرتے تھے۔ اس روایت کو ابن مردویہ نے کتب الاحبار سے روایت کیا ہے۔ اور اس کی تائید اس اثر سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو سہیقی نے شعب الایمان میں سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیہ وقد کانوا یدعون الخ سے نماز باجماعت مراد ہے۔

بے نماز اور مسجد میں نہ جانے والے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ کہ وہ کس قدر اللہ جل جلالہ کے حکم سے کشتی کر کے اپنے تنہاں سرور غضب بنا رہے ہیں۔ مگر اللہ نے غفرت باگہ باوجود جاننے کے پرواہ تک نہیں۔ فعود باللہ من ذلک۔ سلف صالحین کا دستور تھا۔ کہ جماعت کے فوت ہو جانے پر سات دن نحریت کیا کرتے اسی طرح تکبیر تحریر کے فوت ہو جانے پر تین دن تک ایک مصیبت خیال کرتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہے کہ ایک دفعہ نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر آپ نے دو ہزار درہم کا قیمتی ایک قطعہ اراضی صدقہ کر دیا۔ بعض بزرگان ایسی صورت میں سینکڑوں نوافل بطور تنبیہ نفس ادا کیا کرتے۔ اکثر سبندگان خدا ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے عمر بھر نماز باجماعت کا التزام کیا ہے۔ بعض اہل صفائے نگاہ ہے کہ تکبیر تحریر یا جماعت کا فوت ہو جانا نتیجہ ہے اس امر کا کہ اس شخص سے کوئی نہ کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ سرزد ہو جاتا ہے۔ جس کی غفوت میں وہ ایک بھاری نعمت کے محروم رکھا جاتا ہے۔

احادیث صحیحہ میں نماز باجماعت کی سخت تاکید اور ترک جماعت پر وعید وارد ہوئی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ مسلمانوں کے ادبار کی ایک جڑی وجہ یہی ہے۔ کہ انہوں نے سیرت نبوی پر کار بند ہونا ترک کر دیا۔ اس سیرت کا جزو اعظم نماز باجماعت کا ادا کرنا ہے۔ مگر افسوس کہ غزالیوں سے تو یہ بھی کوئی نہ کوئی مسجد میں جانا اور سجاد دارین حاصل کرنا ہے۔ اغنیاء قوم جو مسلمانوں کے لیڈر (رہنما) بنے بیٹھے ہیں۔ نہ صرف تارک جماعت ہیں بلکہ سرے سے نماز ہی سے فاجر غلطی لے چکے ہیں اللہ

تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

فخلف من بعدهم خلف اصاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فقط

باب الحديث !

خير الناس من شفع الناس

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ات من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وانها مثل المؤمن له فذو ثبوت ما هي ؟ فوضع الناس في الشجر البوادي قال عبد الله ووقع في نفسي انها الخلة فاستحييت ثم قالوا احدثنا ما هي ؟ يا رسول الله ؟ قال هي الخلة

اللہ ! وہ کون سا درخت ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ وہ کھجور کا درخت ہے :

غور کرو۔ اس حدیث شریف میں مسلمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟ ماہرین علم نباتات کمال تحقیق و تدقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ تمام شجر میں کامل کھجور کا درخت ہے کیونکہ اس کا کوئی جزو بیکار نہیں جاتا۔ اس کی لکڑی اس کے پتے اس کا پھل سب مفید و کامد ہیں حتیٰ کہ اس کی کھلی کوٹ کر گھوٹوں کو کھلاتے ہیں جس سے وہ خوب طاقت و چست و چالاک اور غریب ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث شریف کا مفاد یہ ہے کہ مسلمان

پر لازم و واجب ہے۔ کہ ایسا ہی مفید و بابرکت بنے جیسا کہ کھجور کا درخت ہے
اسلام اپنے متبعین سے یہ توقع رکھتا ہے۔ کہ ان کا فیض ایسا ہی اعم ہو جیسا
کہ کھجور کے درخت کا ہے۔ کہ اہل عرب کی تمام حوائج اسی درخت پر پوری ہوتی ہیں
مرقومہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خوب غور کرو مسلمان حقیقی معنوں میں
کون سی قوم مسلمان کہلا سیکتا سختی ہے جبکہ اس کا وجود عامۃ الناس کی خدمت کے لئے پارسا طرہ ہو
نہ بار خاطر۔ بلاشبہ جس شخص کا وجود سوسائٹی کے لئے سود مند نہ ہو وہ درخت بے برگ
بارہیزم سوختی ہے واما القاسطون فکانوا لکھنہ خطباً

اسلام نے اپنے پیروں کو عبادت الہی کے بعد سب سے زیادہ تاکید شفیقت علی
خلق اللہ کی فرمائی ہے۔ کہ اپنے بیگانے اقارب و اجانب مساکین و یتیم و مہمان
مسافر ہر فرد بشر کے ساتھ سلوک کریں۔ اور اس طرح اپنے آپ کو خیر الناس من ینفع الناس
کا مورد و مصداق بنائیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واعبدوا اللہ ولا تشركوا به
شئاً وبالوالدین احساناً و بذی القربىٰ الولیتی و المساکین و الجار ذی
القربىٰ و الجار الجنب و الصاحب باجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانک
(یہ سب النساء ص ۲۶) اور اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک
مت نہراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت طالعے پر پیوستہ
اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھے والوں اور مسافروں اور جو لونڈی غلام تمہارے
قبضہ میں ہوں۔ ان سب کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔

کیا یہ فوس و اندوہ کی بات نہیں ہے۔ کہ جس مذہب کی تعلیم اخلاق کے ایسے اعلیٰ
اصول پر مبنی ہو اسی مذہب کے پیرو کثیر تعداد میں سوسائٹی کے لئے بار خاطر ہوں اسلام کا
منشاء و مقصد تو یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنا وجود عامۃ الناس کے لئے نافع و مفید بنائے
مگر بعض مسلمانوں نے کب معاش پر قنات ہونے کے باوجود خدا اور رسول کے احکام
کے برخلاف گداگری جیسے مقبذ ثبوت کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ بلاشبہ ایسے ہٹ
کٹے اور مشنڈے گداگروں کا وجود باعث صد ہزار ننگ عار اور سوائی کے لئے

سخت منہ رہے۔ ایسے لوگوں کو خیرات دینے سے سختین محروم رہتے ہیں۔ اور قوم میں گداگری کی تعداد روز افزوں ہے۔ قندیل و ایادلی والا بصاد۔

باب الفقه

بدعات یوم عاشورہ

عاشورہ ماہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ یہ وہ متبرک دن ہے جبکہ آدم علیہ السلام و دیگر کئی جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے یوم ولادت کا فخر حاصل ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام اور قوم یونس کی توبہ قبول ہوئی۔ نوح علیہ السلام کا سفینہ کوہ چڑی پر لگا۔ ابراہیم پر بارگزار ہوئی۔ موسیٰ کو طور پر بخیر عطا ہوئی۔ لشکر فرعون دریائے نیل میں غرق ہوا۔ یہی مقدس روز تھا۔ جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے امام حسین علیہ السلام نے اپنے رفقاء کے شہادت۔ عزت اور کرامت کا تاج پہن کر جنت میں داخل ہوئے۔ اور ساکنان عالم سے خراج تحسین و آفرین حاصل کیا۔ اور زیدیمہ اپنے متبعین کے غضب الہی کا مورد بنا۔ پس سچے محبانِ امام کے لئے یہ روز روزِ عید ہے کم نہیں۔ اور زیدیں کے لئے اس دن سے زیادہ رنج و مصیبت۔ سوز و گداز۔

سینہ کو بی اور اپنی ناکامی و نامرادی کی نوحہ خوانی کا موقع نہیں ہو سکتا۔

آں کر بے بلا چو باد صحر ا بگذشت۔ تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پیدا شد یزیدی کہ بندگشتہ حسین۔ اوزندہ بماند و فوج اعدا بگذشت

امام حسین علیہ السلام نے میدان آزمائش و استلا میں پیکرِ صبر و استقامت بن کر دنیا و اولیٰ کو محجوبیت بنا دیا۔ خلیل و ایلِ علیم السلام کے جذبہ ایثار کی یاد تازہ ہو گئی۔ مگر انہیں کہ چھوٹے و عویدارانِ حب نہایت بے صبری سے کام لیکر مصنوعی طور پر نالہ و فغاں بلند کرتے ہیں۔ اور ان کی صابر بیبیوں کی طرف ایسے غلط فہمی منسوب کرتے ہیں جن سے ہندوؤں کی نوحہ کرنیوالی عورتیں بھی نفرت کریں۔ استغفر اللہ

قرآن مجید میں شہدا کو مرد مکنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور شریعت میں میت کیسے
 تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں۔ مگر قرآن پر ایمان رکھنے کے مدعی شہدا کے ماتم میں
 تیرہ سو سال سے مصروف ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ اس روز اپنے اہل و عیال و غریبا
 و مساکین کو با فراغت کھانا کھلائیں۔ اور اس کا ثواب شہدائے کربلا کو پہنچائیں۔ اور دن
 بھر عبادت۔ روزہ و خیرات اپنے خالق و مولا کی رضا مندی حاصل کریں۔ اور بدعات
 مثلاً نوحہ خوانی سینہ کو پی و تفریہ داری سے اجتناب کریں۔

نوحہ لائق نیست برخاک شہیداں زانکہ مہت

کمترین دولت ایشان بہشت برتریں

اہل سنت و جماعت چونکہ شہیداں کربلا کو زندہ جانتے ہیں۔ اسلئے ان کا ماتم
 کرنا ان کی کسر شان یقین کر کے اس سے مجتنب رہتے ہیں۔

حسین زندہ ہیں جنت میں چین کتے ہیں۔ حد ہے اتنے جنہیں شہد و شین کرتے ہیں
 خوشی سے انکی جو خوش ہیں نعمت ہے ان کو جو ہیں جلتے ہیں دن رات میں کرتے ہیں

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عشرہ محرم میں ذکر شہادت
 امام حسینؑ کرنا یا سنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ صحیح صحیح واقعات بیان کئے جائیں
 اور بدعتی لوگوں کی طرح مجلسیں منعقد نہ کی جائیں۔ اور عورتوں کی طرح ماتم اور نوحہ نہ کیا جائے
 اور فغان و گریہ و زاری و بقیاری کو دخل نہ دیا جائے۔ کیونکہ شریعت کسی عزیز کی وفات
 کے بعد تین دن اور خاندان کی وفات کے بعد بیوی کو صرف چار مہینے دس دن تک
 سوگ کرنا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام قسم ماتم حرام ہے۔ ہر عاشق کو امام
 حسینؑ کی شہادت یقین کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس دن کو گڈے آج قربا
 تیرہ سو سال ہو گئے ہیں اور جو وقت کہ گزر جاتا ہے۔ وہ پھر نہیں آتا۔ ایسے مرتبے
 جن میں جھوٹے قصے بیان کئے جائیں جن میں برگوں پر پھٹان باندھا جائے۔ اور
 ان کی تحقیق کی جائے۔ نہ پڑھنے جائز ہیں نہ سننے بلکہ ایسی مجلسوں میں حاضر ہونا بھی

رواہ نہیں۔

حسب ذیل امور شریعت اسلام نے حرام قرار دئے ہیں مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہئے۔
۱۔ تغزیہ بنانا۔ تغزیہ کی تعظیم کرنا۔ اور اس پر بندیں چڑھانا۔ اس سے مراد بنی گنا
سب شرک ہے۔ ممانعت داری اور اس کی تعظیم کا شرک ہونا اس آیت سے
مستنبط ہوتا ہے۔ التَّعْبُدُونَ مَا تَنْتَحُونَ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ
اور حدیث مشہور ہے۔ مَنْ زَارَ قَبْرًا بَلَا مَقْبُورَ فَهُوَ مَلْعُونٌ۔ اور نہی مرتبہ
سے اس حدیث میں مصرح ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی (رواہ ابن ماجہ)
۲۔ نوحہ کرنا۔ مرغیہ پڑھنا یا سننا۔ اور مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا۔
۳۔ موضوع روٹھیں بیان کرنا۔

۴۔ بازاروں میں خاندان امامت کی صابریہوں کے نام لے لیکر ان کی طرف
جریع فتنہ اور گریہ وزاری اور بقیاری کے غلط قصے منسوب کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ اگر
بیان کرنے والوں کی عورتوں کے نام کوئی پوچھے اور ان کی تہک عزت کا قصہ
بیان کرے۔ تو ان کو کس قدر غصہ آئے۔ اہلبیت نبی کی اس طرح امانت کرنا کسی
مسلمان کا کام نہیں ہے۔

صابروں پر جبکہ ہوتا ہے مصیبت کا نزول۔ انا للہ کہہ کے کہتے ہیں اس کو قبول
ان کے بڑھتے ہیں بلکہ جنت الفردوس ہیں۔ حاسدان کے نظریاتے ہیں عکسین ملول
راہ حق میں جان دیکر ہو گئے زندہ حسین۔ تو انہیں مردہ سمجھ کر مین کرتا ہے فضول

کسی نے کیا خوب کہا ہے

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

مذکورہ بالا امود کے متعلق حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں۔

قرآن مجید میں شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور شریعت میں میت کیسے
تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہیں۔ مگر قرآن پر ایمان رکھنے کے معنی شہداء کے ماتم میں
تیرہ سو سال سے مصروف ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس روز اپنے اہل و عیال و غریبا
و مساکین کو با فراغت کھانا کھلائیں۔ اور اس کا ثواب شہداء کے کربلا کو پہنچائیں۔ اور دن
بھر عبادت۔ روزہ و خیرات اپنے خالق و مولا کی رضا مندی حاصل کریں۔ اور بدعات
مثلاً نوحہ خوانی، بینہ کو بی و تغیرہ داری سے اجتناب کریں۔

نوحہ لائق نیست برخاک شہیداں زانکہ مہت

کمترب دولت ایشان بہشت برتریں

اہل سنت و جماعت چونکہ شہیدان کربلا کو زندہ جانتے ہیں۔ اسلئے ان کا ماتم
کرنا ان کی کسر شان یقین کر کے اس سے مجتنب رہتے ہیں۔

حسین زندہ ہیں جنت میں چین کتے ہیں۔ جسے ان سے جہنمیں شور و شین کرتے ہیں
غوشی سے انکی جو خوش ہیں معتمے ہیں اور جو ہیں جلتے ہیں دن رات میں کرتے ہیں

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عشرہ محرم میں ذکر شہادت
امام حسینؑ کرنا یا سنا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ صحیح و واقعات بیان کئے جائیں
اور بدعتی لوگوں کی طرح مجلس منعقد نہ کی جائیں۔ اور عورتوں کی طرح ماتم اور نوحہ نہ کیا جائے
اور فغان و گریہ و زاری و بغیر اری کو دخل نہ دیا جائے۔ کیونکہ شریعت کسی عزیزی و فوات
کے بعد تین دن اور خاندان کی وفات کے بعد بیوی کو صرف چار مہینے دس دن تک
سوگ کر نیکا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ تمام قسم ماتم حرام ہے۔ ہر عاشق کو امام
حسینؑ کی شہادت یقین کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اس دن کو گڈے آج قربا
تیرہ سو سال ہو گئے ہیں اور جو وقت کہ گزر جاتا ہے۔ وہ پھر نہیں آتا۔ ایسے مرتبے
جن میں جھوٹے قصے بیان کئے جائیں جن میں ہر گون پرچہ پند باندھا جائے۔ اور
ان کی تحقیق کی جائے۔ نہ پڑھنے جائز ہیں نہ سننے بلکہ ایسی مجلسوں میں حاضر ہونا بھی

رواہیں۔

حسب ذیل امور شریعت اسلام نے حرام قرار دئے ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہیے۔
۱۔ تغزیہ بنانا۔ تغزیہ کی تعظیم کرنا۔ اور اس پر بندیں چڑھانا۔ اس سے مراد بنی ننگا سب شرک ہے۔ ممانعتِ داری اور اس کی تعظیم کا شرک ہونا اس آیت سے مستنبط ہوتا ہے۔ التَّعْبُدُونَ مَا تَنْتَحُونَ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ اور حدیث مشہور ہے۔ من زار قبراً بلا مقبوض فهو ملعون۔ اور نہی مرتبہ سے اس حدیث میں مصرح ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المراثی (رواہ ابن ماجہ)
۲۔ نوحہ کرنا۔ مرغیہ پڑھنا یا سننا۔ اور صحیح فساد و فحار کا جمع ہونا۔
۳۔ موضوع روایتیں بیان کرنا۔

۴۔ بازاروں میں خاندانِ امامت کی صابر بیبیوں کے نام لے لیکر ان کی طرف جرحِ فتنہ اور گریہ و زاری اور حقیراری کے غلط قصے فوٹ کرنا اور یہ نہ سوچنا کہ اگر بیان کرنے والوں کی عورتوں کے نام کوئی پوچھے اور ان کی تہک عزت کا قصہ بیان کرے۔ تو ان کو کس قدر غصہ آئے۔ اہلبیت نبی کی اس طرح اہانت کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے۔

صابرین پر جبکہ ہوتا ہے مصیبت کا نزول۔ انا للہ کہہ کے کہتے ہیں اس کو قبول ان کے بڑھتے ہیں یا بح جنت الفردوس ہیں۔ حاسدان کے نسبت آتے ہیں علیٰ کونوں راہ حق میں جان دیکر ہو گئے زندہ حسین۔ تو انہیں مردہ سمجھ کر مین کرتا ہے فضول

کسی نے کیا خوب کہا ہے

قتل حسین اصل میں مرگِ زریہ ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

مذکورہ بالا ائمہ کے متعلق حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں۔

ترجمہ - زیارت تضرع و تضرع داری ناجائز ہے - بروایت خطیب السراج
میں ہے - لعن اللہ من زار المنار و لعن اللہ من زار شجاً بلا نوح اور شریہ کہنا
اور پڑھنا و سننا - فریاد و نوح و سب کو بی سب حرام ہے -

حدیث شریف میں ہے - لیس منامن خلق و سلق ترجمہ یعنی نہیں ہے
ہم میں سے وہ شخص کہ زخم لگائے اور بلند آواز سے گریہ و نوح کرے - اور گریہ
بھاڑے - آہ - نیز حدیث میں ہے - لیس منامن ضرب الحذور و شق
الجوب و عابد عوی الجاہلیۃ - ترجمہ ہمیں ہے ہم میں سے وہ شخص جو اپنے
رخساروں کو پیٹے اور گریبان بھاڑے - آہ

سبک جواہر

ایک دفعہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے فقیر
اسم فقیر کی حقیقت کے معنی پوچھے گئے - آپ نے جواب میں مندرجہ ذیل
اشعار پڑھے -

فاء الفقیر فنائہ فی ذاتہ و فرائضہ من نعمتہ و صفاتہ
فاء فقیر سے مراد فقیر کا ذات باری تعالیٰ میں فنا ہو کر اپنی ذات و صفات سے
فارغ ہو جانا ہے -

و القاف قوۃ قلبہ بحبیۃ و قیامہ للہ فی مرضاتہ
اور قاف فقیر سے مراد فقیر کا اپنے دل کو یاد و دست بند ک پہنچانا اور اس
کا اللہ کی واسطے اس کی مرضی پر قائم رہنا -

و الباء بیجورۃ و بیخافہ و یقوم بالتقویٰ بحقیقتاتہ
اور باء فقیر سے مراد اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہونا اور اس
سے ڈرنا اور تقویٰ پر قائم رہنا جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے -
و الراء رقة قلبہ و صفائہ و رجوعہ للہ عن شہواتہ

اور راء فقیر سے مراد فقیر کی رقت قلب اور اس کی صفائی اور خواہشات سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ فقیر کو ان صفات سے متصف ہونا چاہیے۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول ہے۔ کسی سے بحث کرے تو بطرز احسن۔ پھر جب حق معلوم ہو جائے۔ تو فوراً حق کی طرف رجوع کرے اور بحث ترک کر دے۔ اور حق سے حق کا طالب ہے۔ رستی اور راستبازی اپنا شیوہ رکھے۔ اپنا سبب سے وسیع رکھے۔ اور اپنے نفس کو سب سے زیادہ ذلیل جانے بلند آواز سے نہ ہٹے متبسم ہو کر رہ جائیے جس بات کا علم نہ ہو۔ اس کو دریافت کرے۔ غافل کو نصیحت کرے۔ جاہل کو تعلیم دے۔ کسی سے تکلیف بھی پہنچے۔ تو اس کو تکلیف نہ دے۔

در عفو لذت نیست کہ در انتقام نیست

لا یعنی اور دور از کار باتوں میں مبتلا نہ ہو۔ نہ ان میں غور و غوض کرے۔ کثیر الفطار اور قلیل الاذی اپنی عادت رکھے۔ محرمات سے پرہیز اور شہوات میں توقف کرے۔ غریب کا معین اور یتیم کا مددگار رہے۔ چہرہ سے بشارت ظاہر کرے۔ اور دل کو متفکر اور مغوم رکھے۔ اور باوجود خدا میں شکین اور اپنے فقر میں شاد رہے۔ افشائے راز نہ کرے۔ نہ کسی کی پردہ دری کرے اس کی بے عزتی کا مرتکب ہو۔ مشاہدے میں حلاوت پائے۔ ہر ایک کو فائدہ پہنچائے۔ ذی اخلاق جلیل۔ صابر و شاکر ہو۔ اگر کوئی شخص اس کی تکیا بہت کا برتاؤ کرے تو وہ اس کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آئے۔ اگر کوئی شخص اس کو دکھ دے۔ تو وہ صبر کرے۔ مگر ناحق پر خاموش رہ کر حق کا خون بھی نہ کرے۔ کسی سے بغض نہ رکھے۔ بڑوں کی تعظیم کرے اور چھوٹوں پر شفقت رکھے۔ امانت کی حفاظت کرے۔ اور اس میں کبھی خیانت نہ کرے۔ کسی کی نسبت بد گوئی نہ کرے۔ نہ کسی کی غیبت کرے۔ کم

کلم سخن ہو۔ بکثرت نمازیں پڑھے۔ روزے کثرت سے رکھے۔ غربا کو اپنی مجلس میں جگہ دے۔ حتی الامکان مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ مہایوں کو راحت پہنچائے۔ اور ان کو اپنی جانب سے تکلیف نہ دے۔ نہ کسی کو سب و تم کرے نہ کسی کی پس پشت شکایت کرے نہ کسی کو عیب لگائے نہ کسی کو برا بھلا کہے۔ نہ کسی کی مذمت کرے نہ کسی کی چغلی کھائے۔ فقیر کے ایسے حرکات و سکنات اور آداب و اخلاق ہوتے ہیں۔ اور

اس کا کلام عجیب ہوتا ہے۔ اس کی زبان خزانہ ہوتی ہے۔ اس کا قول موزون اور اس کا دل مخزون ہوتا ہے۔ اور فکر و ماکان و مایکون میں جولانی کرتی رہتی ہے۔

حضرت شیخ منصور البطاحی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے مشایخ کبار میں سے تھے۔ بہت بڑے بزرگ

حقیقت محبت

مادر زاد ولی تھے۔ چنانچہ جس وقت آپ حمل میں تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ اپنے رشتہ دار حضرت شیخ ابو محمد الشبنکی قدس سرہ کی خدمت میں جاتی تھیں اس وقت شیخ موصوف بزرگ بطاح کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ انہی حضرت شیخ منصور البطاحی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کی نسبت سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اہل محبت ہمیشہ منہ میں رہتے ہیں۔ اور مے محبت پی کر حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ سکر سے نکلتے ہیں تو حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حیرت سے نکلتے ہیں تو سکر میں۔ اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

الحب سلکو حمادۃ النافح بحسن فیہ الذبول والذلف

محبت ایک نشہ ہے جس کا خمار تلف ہو جاتا ہے یعنی وہ نشہ کبھی کم ہی نہیں ہوتا۔ اور بس میں لاغر اور دائم المرض رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

والحب کاملوت یعنی کل ذی شغف ومن قطعہ اودعی بہ التللف اور محبت مثل موت کے ہر محبت والی شے کو فنا کر دیتی ہے۔ اور جو شخص اس کا نذرہ کھینچتا ہے۔ وہی فنا ہو جاتا ہے۔

ان شعروں کے پڑھنے کے بعد اپنے ایک سرسبز درخت کے پاس کھڑے ہو کر جم مارا۔ اسی وقت وہ درخت خشک ہو گیا۔ اور اس کے تمام پتے گر پڑے۔ اس کے

بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

ان البلا وما فیہا من الشجر
اگر تمام شجر اور ان ہی کے ساتھ ان میں بقدر وخت ہوں رب کے سب آتش محبت
جلس جائیں تو ان پر کتنی ہی بارش ہو۔ وہ نر و نازہ نہ ہونگے۔

لوذاقت الارض حب الله لاشتھت
اگر زمین محبت الہی کا مزہ چکھ لے تو اس پر جس قدر اشجار ہوں۔ ان کے پھولوں
سے شعلہ محبت بلند ہونے لگے۔

وعادا غصانہا لجود بلا ورق
یہاں تک کہ ان کی شاخیں بے برگ ہو جائیں۔ اور ان سے آتش محبت کے
شعلے منتشر ہوا کریں۔

لیس الحدید ولا صخر لجمال انا
آہن پہاڑ کوئی بھی مصائب محبت کی برداشت کرنے میں انسان سے زیادہ قوی
نہیں ہے۔

کمالِ عہدیت

عجزِ بندگی و غرورِ خدائی کے رشتہ کی انتہائی ادائیں ہمیشہ قربانیوں اور
فداکاریوں۔ جانپاریوں اور غم آزمائیوں کے رُوپ میں ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ جسکی
بندگی جتنی قوی ہے اور جس کا علاقہ بندگی جتنا مضبوط و مستحکم ہے اُسی قدر آرائیں
و ابتلا قریبانی و اختیار کا ہجوم اس پر زائید و وسیع ہے۔ مرنی و انسانی حقوق و مراسم
میں اموال و عوارض و خصائص کے صدقہ اُتار دینے فدیہ بنانے سے نباہ
ہو جاتا ہے۔ اور علاقہ مستحکم و مقبول سمجھ لیا جاتا ہے۔ مگر خدائی حقوق و الہی مراسم کا
سدان بغیر ان الله اشتوی من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم
الجنة کے طے ہی نہیں ہو سکتا۔ اس میدان میں معمولی و عارضی تحفے اور ہدایا
کا زاد و راحلہ کام ہی نہیں آتا۔ ہاں یہاں تو ولتبلونکم بشری من الخوف
والجوع و نقص من الاموال والا نفس و الثمرات کی سخت اور کمٹھن

ہمت شکنی اور کٹا کن راہ قطع کرنی پڑتی ہے۔ تو کہیں و لبشر الصابرين الذين اذا اصابهم مصيبة قالوا ان الله وانا اليه راجعون کی قطع مثل و سبہ ناز تک رسائی ہوتی ہے۔ تم دیکھو! جتنے دعویدارانِ بندگی و اظہارِ عبادتِ بندگی کرنے والے ہیں ان سب کو حربِ مراتب نازِ خدائی مسو کبر الہی نے خوب بھانچا اور پرکھا ہے۔ اور قدرت کے ہاتھوں نے ہمیشہ اُن کے لئے مصائبِ استلا کے ہار تیار رکھے ہیں۔ اور اُن کے سر و گردن کو خنجر و شمشیر کے نیچے کھینچا پسند کیا ہے۔ اور اسی قسم کے دالمانہ اعمال کو کمالِ بندگی کی نیک سنت و مبارک یادگار بنا دیا ہے۔ اور اسی شرف کو معیارِ عجز و زندگی کا لقب عطا کیا ہے۔ اور پھر اسی معیار پر اسی شرف کو یہ رنگ قبول بخشا ہے کہ والذین جاہل و فینا لنھدیہم صلینا الحق کبرائی اُسی کے لئے ہے۔ اور بندگی کی عزت اسی میں ہے کہ خدائی علاقوں اور الہی تعلقات میں مٹ کر کٹ کر خاک و خون میں مل کر گوشت و ستخوان کو حوالہ پر گندگی و نذرِ بربادی کر کر ہر صیبت و ذلت میں جذب ہو کر محبت و تعلق کو نوڈ کر ہر حال میں خود کو خدا کے لئے کر دے۔ یہ رازِ بندگی و فلسفہ شانِ کبرائی زرتینِ عقلوں یا باریک فکروں تیز ذہنوں یا روشن دماغوں کے فقط سمجھ لینے کا اور زبانوں سے بیان کر دینے اور بیان کو چھین قطابت سے مڑھ بنا دینے کا نہیں ہے۔ بلکہ اس راز و فلسفہ بندگی و خدا کے لئے روجوں کے ٹپتے ہوئے فراٹیانہ اعمال اور وجودوں کے منتشر و غشتہ بخاک و خون قطعاتِ جسم نمایاں کرنے کی ضرورت ہے جس کیلئے پہلے پیری لینے ہاتھوں اپنے نفس و خواہشات نفس کی گردن پر چلائی پڑتی ہے پھر ایسی جیسی ہمت و استعداد ہوتی ہے۔ کبھی ہی قربانی و اظہارِ بندگی کی غریبیت و موت بھی اپنے مقامات طے کرتی ہے۔ اتنا جو کچھ سنا اور اس وقت تک ننا مضمون پڑھا اگر سمجھنا اور اس کا مجسمہ و پیکر عمل دیکھنا چاہو تو آؤ ہم عبداللہی کے پہلوئے شرف کا پردہ اٹھائیں۔ اور اسی عجب کے داعیاتِ کمالِ مراسم و اعمال کے ہیروں میں اُن صورتوں کا جلوہ ڈھونڈ نکالیں جن بندگی

خدا کی مخلوقات کی متحرک تصویریں رویدہ ہو جائیں۔ نظر اٹھاؤ۔ غور سے سنو۔ یا بھئی ائی ادی فی المذاہ انی اذبحک۔ ایک باب بیٹے سے بڑے پیار و محبت کے لہجے میں کہہ رہا ہے۔ جانِ پدر میں تجھ کو ذبح کرنا ہوا میدانِ بندگی میں دکھایا جا رہا ہوں۔ بیٹا کہتا ہے یا ابت افعل منا تو صرستجد فی انشا اللہ منی بصابہ ہر ابا جان جو تمہیں حکمِ سطوتِ خدائی ہے اُس کو کر گزرو دیکھنا کہیں بھی کس طرح کمالِ بندگی کی آنِ شان دکھاتا ہوں۔

یہ دونوں باپ بیٹے جانتے ہو کون ہیں؟ ایک خدا کا خلیل دوسرا راہِ الہی کا ذبیحہ بیٹا ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام ہیں۔ دونوں خدا کی مخلوقات مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں نے بندگی کا کمال و انہماک کمالِ گردن کٹانے اور پس کو ذبح کر ڈالنے پر موقوف رکھا ہے۔ باپ انسانی تعلقات کے سب سے زائد عزیز علافہ محبتِ پدری کے رشتہ کا ذبیحہ ہے رہا ہے۔ اور خدا سے تعلق جوڑنے کے لئے اس مادی تعلق اور نہایتِ وزنی تعلق کو توڑ رہا ہے۔ بیٹا اپنی گردن کو راہِ مولا میں کٹانے کو سینہ تان کر آیا ہے۔ اور شانِ بندگی دکھا رہا ہے۔ یہ زبانی باتیں اور محض سوال و جواب ہی نہیں وہ دیکھو۔ بیٹا زمین پر ہے اور باپ بیٹے کے سینے پر پہلے باپ بیٹے کے تعلقاً فطرت کی چمکدار نگاہیں ملیں پھر ان تعلقات کو کاٹ ڈالنے والی کوئی چیز چمکی۔ باپ کا ہاتھ اٹھا۔ اور چمکتی ہوئی چھری بیٹے کی نرم نرم گدگی گردن چلتی پھرتی نظر آنے لگی۔ بیٹا بولا لا اللہ اکبر۔ باپ نے صدا دی لک الکبیرا ولا الحمد ایک تیری آواز وضو نہایت عظیمہ یہ ناموسِ اعظم کی صدا ہے۔ روح القدس کا شعور لک لک لک کہتے خدا کی پیغام لک لکے ہیں۔ اب جائزہ و امتحان کا میدانِ غور و شکر و کرم کا قصرِ نظر آ رہا ہے۔ قربانی قبول ہو یہ مقبول۔ ایک کی محنت دوسری کی مراد لگی دونوں کی محنت و وصول۔ یہ اظہارِ کمالِ بندگیِ خدا کی ناز و غور کو بھی ایسا بھا گیا۔

اور اس درجہ محبوب عزیز ہو گیا۔ کہ حدیث کیسے ظہار بندگی کی سنت ہی امت خلیلؑ جانا بازی
 فریج بنا چکی۔ اور نبیائے اسلام کے لئے عید الگ کی کے روپ میں ہر سال یہ ساعت
 سعید آتی مقرر کر دی گئی لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ خلیلؑ و ذبیح جیسے کتنے بندگان خدا
 اس ساعت سعید کو ملے اور کہاں اظہار بندگی کے معیار پر کتنے وجود خلیلؑ و ذبیح کی
 بہتوں کے نمونے دکھاتے رہنا ہوئے۔ آج بھی ملت خلیلؑ و ذبیح کے عامل
 موجود ہیں۔ ہاں آج بھی دعویٰ داران بندگی سے خدا کی زمین مملو ہے۔ پھر ان میں
 کتنے ہیں جن کی گردنیں خدا کے لئے وقف ہیں۔ اور کتنے ہیں جن کی خواہشیں
 اللہ کے راستے میں ذبح ہو جانے کو حاضر ہیں۔ قدیم ایسا اولیٰ الاصل
 لعلکم تعقلون۔ اگر آج ہماری گردنیں بھی آزمائش و ابتلا کے آخری امتحان
 میں صبر کی گواروں کے نیچے مصیبت کی چھپروں اور سختیوں کے خجروں کی
 دھاروں پر فدا کیا نہ انداز و صابرانہ اولوالعزمیوں کے ساتھ رہیں۔ تو کیا ہمارے
 لئے فدیہ عنایت نہ ظاہر ہو اور بیشک ہو۔ مگر ضرورت ہے کہ ہماری بندگی بھی
 اسی کہاں آن و نشان مستقیم ہو جائے۔ اور ہماری فدا نیت و لہیت کا
 بھی وہی مرکز ثقل و ستون مضبوط و استوار ہے۔ پھر ہم میں اور
 انشاء اللہ ذبیح و فدیہ رضوان الہی ہاں پھر تہا ہے کان ہیں اور عینی بشارتوں
 کی صدائیں ہماری گردنیں ہیں اور اللہ کی عنایتوں کا ہار۔

درس حیات

(از سید فذیل الحق صاحب میدھی)

آج سے غالباً پانچھزار سال پریشتر جبکہ ظلمت کدہ عالم میں ہر طرف کفر و شرک
 کا اندھیرا تھا۔ ظلم و عدوان اور فسق و عصیان کی جلیاں کو نذر رہی تھیں۔
 جہل و جنت کے سنگٹے آسمان و اے خدا کو بھول چکے تھے اور خلاق عالم
 اور مہجو حقیقی کی عبادت تو کجا نام تک سے کوئی واقف نہ تھا۔ ایسے تیرہ و تار

زمانہ میں خدائے واحد کی مشیت اور ہدایت نمائی میں تحریک ہوتی ہے یعنی ایک عظیم انسان
 اور جلیل القدر ہستی عالم قدس سے عالم ناسوت میں نزول اجلال فرماتی ہے جس کا
 پیارا نام ابراہیم بن آذر ہے۔ اللھم صلی علی حبیبہ و خلیلہ۔
 کفر و شرک کے اندھیرے۔ انسان پرستی کے جھیمیے اور بت پرستی کی ہماہمی
 میں عظیم المرتبت فرزند اصر حقیقت کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اودھر تلمیذ لڑکی
 اور نصرت عینی دست گیری اور رہبری کے لئے بمقام رہتی۔ اور شانِ اجبت بمانی
 منتظر تھی۔ کہ کب یہ وادعی معرفت کا بانکا مسافر ظلمات کے پردوں کو چاک کرنا ہوگا
 ہم تک پہنچا ہے۔ اور خلعتِ خلت پہنا ہے۔ آخر کار وہ ساعت سعید نزاروں
 انوار و تجلیات کے ساتھ آئی۔ یعنی پیارے ابراہیم فریبِ نظر و کیدِ تجلّیل کو پاش پاش
 کرتے ہوئے معبودِ حقیقی تک جا پہنچے حقیقت بے نقاب ہو گئی۔ اور
 حضرت حق جل علی شانہ کو دیکھ لیا۔

ذاتِ کبر بانی کے سامنے سرسجود ہو کر لا احب الہ فلین کا ایک نعرہ
 مارا اور ایک محویت طاری ہوئی۔ اور زبان پر یہ مبارک کلمات جاری ہو گئے۔
 اِنِّی وَجِہٌ وَجِہٌ لِلذِّیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفًا وَّمَا
 اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ یعنی اُس فاطر السموات والارض پر ایمان لایا جس نے
 بلغ عالم کو آراستہ و فرین کیا اور جس کے دست قدرت نے طے طرح کی
 گلکاریوں سے عقلِ انسانی کو مبہوت کر رکھا ہے۔ میں نے اپنے دل اور دماغ
 ماسوا اور اوہام باطلہ سے پاک کر لیا۔ اور میں مشرکین میں سے نہیں۔

خلعتِ خلت سے فریادی

جب گوشتِ مقصود ہاتھ آ گیا یعنی معرفتِ الہی کے تمام مراحل طے کر لئے تو اپنی
 قوم اور گھر والوں کو بت پرستی کی بنیاد میں آلودہ و بیکھر متبہار ہو گئے۔ اور
 تبلیغِ رسالت پہلے اپنے گھر سے شروع کر دی۔ بتوں کے خلعتِ نہایت
 سخی سے جہاد شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ تمام قہرانی طاقتوں کو پیچھے جھک

لینے کفر شکن تیشہ سے بُتوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ مجاہدانہ ولولہ اور تسلی بخوش اللہ پاک نے قبول فرمایا۔ اور آپ کو خلیل کے لقب سے سرفراز کیا۔ چونکہ آپ خلعتِ غلت سے نوازے گئے تھے۔ اور خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جس کی محبت میں کوئی چیز خلل انداز نہ ہو۔ اور جو اپنی محبوبے محبوب اور عزیز ترین چیز کو اپنے محبوب کے حکم پر قربان کرے سو محبوب حقیقی کی محبت میں تین چیزیں رخصت انداز ہوتی ہیں۔ جان۔ مال اور اولاد۔ یہی تین چیزیں ہیں۔ جن کی محبت میں انسان آندھا اور وارفتہ ہو کر بندوب۔ اخلاق اور سوسائٹی کی تمام بندشوں کو توڑ دیتا ہے۔ اور خدا کو بھول جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

إِنَّمَا أَمُؤَانِكُمْ وَآوَلَادُكُمْ فَلَئِمْتُمْ بِخِيَتِكُمْ فِي أَمْوَالٍ وَأَوْلَادٍ فَتَنْسَوْنَ
 کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ چیزیں تمہیں نوکرائی سے غافل کر دیں۔
 تو چونکہ آپ خلیل تھے۔ اور خلعت کا اقتضا تھا۔ کہ انہی تین چیزوں سے آپ کی محبت کا جائزہ لیا جائے۔ ورنہ یہ کہ آپ نے اپنا اول مسلمانوں کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اسلام کے ازر وئے اصلاح قرآنی یہ معنی ہیں کہ مسلم نسیم و رضا کی منزل میں ثابت قدم ہے۔ اپنے وجود کی علمی و عملی طاقتیں خدا کو سونپ دے۔ اور اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر قربان کر دے۔ سو چونکہ آپ نے مسلم سونپ کا دعویٰ کیا تھا۔ اور دعویٰ امتحان سے ثابت ہوتا ہے۔ اور علم عمل سے بخچتہ ہوتا ہے۔ پس ان جو آپ کی بنا پر آپ کو امتحان و آزمائش میں ڈالنا ضروری تھا۔

خیلی امتحان

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتحان لیا گیا۔ حکم ہوا کہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے۔ تو نمرود کی قہر مانی طاقتوں سے مقابلہ کرو۔ اور استبداد کی نجس توڑ کر بھینک دو۔ ارشاد ہوا۔ بہتر۔ قہر مانی طاقت سے ٹک کر کھائی۔ حکم ہوا آخر میں کوڈ پڑو۔ بخوشی کوڈ پڑے۔

فرمان ہوا۔ کہ گھر بار چھوڑ دو۔ چھوڑ دیا۔ ارشاد ہوا۔ بائیں قطع تعلق کرو۔
 قطع کر لیا اور آبائی جذبات کو ٹھکرا دیا۔ اسلئے صدق و صفا اور تسلیم
 و رضا کا کس قدر وجدانگیز اور شاندار مظاہرہ ہے۔ امتحان و ابتلا کی کیسی
 کٹھن منزلیں ہیں۔ مگر ایک کوہ وقار پیکر تسلیم کے خلیل ہیں۔ کہ برابر
 مقامات خلعت طے ہو رہے ہیں۔ اور ذرا ابرو پر بل نہیں آتا۔

استلیم

جان و مال اور عزت و آبرو سب کچھ دے چکے۔ اب کیا باقی تھا۔ اگر
 باقی تھا۔ تو ایک سخت جگر و ز نظر اور بڑھائیے کی آرزو ہی ہے اس مہیمل
 عدیہ السلام۔ مطالبہ ہوا۔ کہ اگر عشق و محبت کا دعویٰ ہے تو یہ آخری محبوب
 چیز بھی دو۔ اگر دے چکے۔ سخت جگر لاؤ۔ نہ لینے بدن کو آگ میں جھونک دے
 اب اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک سے بھی دشت بردار ہو جاؤ۔ تیار ہو گئے
 خنجر بنگال لیا۔ اور وہ ساعت سجدہ اپنی جیکہ آپ کی عاشقانہ اور بشپانہ
 حرکات کو ابدیت کی سند بننے والی تھی۔ اور انسانیت کبریٰ سے
 سامنے ملکوت شکست فاش کھانے والی تھی۔ حکم کی دیر تھی۔ دریائے
 عشق نے جوش مارا۔ اور ماسویٰ کی محبت کے ہمارے کو ہلا لگیا۔ خنجر
 ہاتھ میں لیا۔ جگر گوشہ کو کھڑکے سینہ پر پڑھ بیٹھے۔ عرش عظیم ٹھکرا آیا۔
 ملائکہ کو بخش آیا۔ زمین و آسمان کو سکنت ہوا۔ فرشتوں میں آفرین کا
 غلغلہ بلند ہوا۔ جرنیل و سرحد اور شہر و حجر نے احسن و درجہ کا شہرہ مارا
 انسانیت اور خلقت نے فتح عظیم پائی۔ رحمت کبریٰ جوش میں آئی۔
 اور مشیت ایزدی اور ذرہ نوازی نے آگے بڑھ کر ہاتھ تھام لیا۔
 آواز آئی۔ اے ابراہیم۔ تم نے اپنے خوب کو پورا کیا۔ میں احسان اور
 اخلاص والوں کو یونہی بدلہ دیا کرتا ہوں۔
 تسلیم و رضا کی اس بے تابانہ آرزو اور شوقی شہادت میں چونکہ

قوموں کی حیات ابدی کا وارز مضمہ تھا۔ اسے رسم قربانی کی بنا کر نبیوں کے کو ذبح عظیم کا مذہب و بدیچہ ڈالیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا شوق شہادت پورا نہ ہونے پایا۔ خلیلی یا دھار منانے والو۔ اور حنفی کہلانے والے مسلمانو! جانتے تھے ہو کہ عید قربان متہیں سال بسال کیا سبق دیتی ہے۔ اور کس چیز کی یاد تازہ کرتی ہے۔ سنو! اور بکوش سرش سنو! اس دن تمہیں ایثار و قربانی تسلیم و رضا و صدق و صفیٰ اور عین و عین کا وہ اعلیٰ عملی سبق ملتا ہے۔ کہ اگر تم ذرا بصیرت سے کام لو۔ اور اس کی حقیقت پر غور کرو۔ تو تمہاری آج ہی کا بلاٹ ہو جائے۔ اور دارین کی فائز المریاں اور کامرانیوں آج ہی تمہارے قدم چومیں۔ اور تمہاری عظمت کا غروب شدہ آفتاب دوبارہ طلوع کر کے دنیا کی متمدن قوموں کی نگاہوں کو خیرہ کر دے۔

پس اے حقیقت اسلام کو فراوانی کئے ہوئے مسلمانو! اگر تمہارے دلوں میں خدا کی محبت کے سوا معبودان باطل کا خیال اور کسی اور کی بھی محبت ہے اگر تمہارے دماغ صرف آہی کے افکار عالیہ سے خالی ہیں۔ اگر تمہاری آنکھیں سمجھتی حقیقت کے سوا کسی اور کو تلاش کرتی ہیں۔ اگر تمہارے جذبات و تخیلات عشق آہی کی آگ سے نا آشنا ہیں۔ اگر تمہارے افعال و اعمال خدا کے حکم کے تابع نہیں۔ اگر تمہارے وجود کی علمی و عقلی طاقتیں خدا کے لئے وقف نہیں۔ اگر تمہاری پیشانیوں پر رب بے نیاز کی چوٹ کے سوا غیروں کے سامنے سجدہ بیز نہیں۔ اگر تمہارے ہاتھ پیروں میں شریعت کی پابندیوں کے علاوہ رسم و رواج کی بیڑیاں بھی ہیں۔ اور تم فرسودہ جنالات کی جکڑ بند یوں میں بھی گرفتار ہو۔ اگر تمہارا ایمان قرآن مقدس کے علاوہ صحیفہ رسم و رواج اور شاہ ستروں پر بھی ہے۔ اور اگر حقیقت کی جگہ لفظوں کے پرستار ہو۔ تو یہ تمہاری تمام خوشیاں۔ قربانیاں اور سجدہ بیزیاں تمہاری حماقت و نادانی کا گہناؤ نامظاہرہ ہے۔ اور محض گوشت خوری سے زیادہ وقعت نہیں رکھنا۔ البتہ آپ تمہیں دیدہ بینا دے گا کہ تم اس خلیلی یادگار کی حقیقت کو سمجھ کر صحیح معنوں میں مسلمان بن کر دنیا کو جو حیرت کر دو۔ آمین الی رب العالمین۔ سبحان ربك رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

نبوت تشریحی اور غیر تشریحی

(از جناب مولوی غلام رسول صاحب رنگونی)

تمام ممکنات اور حقائق اسکانیہ اپنی ذات کے لحاظ سے سراسر اعدام نہیں اور سارا عالم ذات واجب الوجود کے سامنے ایک عدم کا آئینہ ہے جس میں اس کا وجود ازلی اور صفات کمالیہ ظاہر ہو رہی ہیں۔ واجب جل مجدہ کے وجوہ ازلی کے انعکاس سے ان اعدام کو وجود ممکن کیسا تھ متصف کر دیا ہے۔ اگر ان اعدام میں یہ وجوہ ازلی منعکس نہ ہوتا۔ تو یہ موجودات ممکنات اعیان ثابثہ اور موجودات نہ کہلا سکتیں لہذا یہ عداوات ان حقائق امکانیہ کے لئے بغیر لہ مراد کے ہیں اور یککوس وطلال بمنزلہ صور کے ہیں۔ اور ان کے مجموعہ کا نام اعیان ثابثہ اور موجودات خارجہ ہے۔ اور وجوہ ازلی کے انعکاس سے تہ موجود کہلاتی ہے۔ مثلاً علم و قدرت کے انعکاس سے علیم و قدیر کہلاتی ہے۔ اور وہ ذات الہی تمام صفات کمالیہ کے لئے جامع ہے۔ اپنے جمال جلیل آرا اور نوز وجود کے دیکھنے کے لئے اس آئینہ عدم کی طرف اپنے بچوں و چگون رچہ کو متوجہ فرمایا۔ ہر عدم نے اپنی اپنی استعداد ازلی کے مناسب اس عکس کو قبول کیا۔ اس وجود ازلی اور صفات ازلیہ کا عکس ان اعدام پر متفرق پڑتا رہا۔ یہاں تک کہ حق جلہ شانہ نے اس خلاصہ عالم یعنی انسان کو پیدا فرمایا۔ تاکہ صفات الہیہ کا مظہر اور تجلی گاہ بن سکے جیسا کہ حدیث میں ہے خلق اللہ آدم علی صورۃ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

پس بصورت عالم صغیرا تولیٰ

میں یعنی عالم کبریٰ تولیٰ

الحاصل انسان اپنے خالق کی صفات کمالیہ کے عین ایک آئینہ اور تجلی گاہ ہے۔ اس انعکاس کی وجہ سے خالق اور مخلوق میں مماثلت کا کسی عاقل کو وہمہ بھی نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح اس سچی صفات کمالیہ کا انعکاس ان حقائق اسکانیہ پر ہوتا ہے۔ اسی طرح کمالات نبوت اور رسالت کا انعکاس قلوب اعمم

پراپنی اپنی استعداد کے موافق ہوتا ہے جس طرح پتھر اور آئینہ اپنی اپنی قابلیت اور ذاتی استعداد کے موافق آفتاب کی روشنی قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح انسانی بھی اپنی اپنی استعداد کے موافق آفتاب نبوت سے منعکس ہوتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ مرتبہ نبوت اور رسالت محض ایک معرفت اور کرامت الہی ہے۔ کوئی کسی شے نہیں۔ جیسے ہم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی علم و تدبیر میں مشہور آفاق ہو۔ وہ ہرگز کسی ملک کے دارلکبر یا کسی قوم کے حاکم نہیں بن سکتا۔ اگر کرے گا۔ تو ملک بھر میں کیا تمام عالم میں اس کی رسوائی اور تحقیک ہوگی۔ ہاں شہنشاہ خود جسکو جہاں چاہے متعین کر سکتا ہے۔ تمام انبیاء خدا کے پیغمبر گردانے سے پیغمبر ہوئے ہیں۔ خود بخود نہیں ہوئے۔ تمام قرآن پاک میں کہیں بھی کسی پیغمبر کے متعلق یہ نہیں کہ اس نے اپنی ریاضتوں سے نبوت و رسالت پائی ہو۔ جیسے نبوت اور رسالت کسی شے نہیں۔ اسی طرح نبی اور رسول کو اس کی تائید اور صداقت کے لئے منجانب اللہ ایک غیر کسی شے بھی دیکھائی دے اور وہ معجزہ ہے۔ معجزہ خدا کی عنایت ہے۔ بندہ کی ریاضت نہیں۔ اس واسطے معجزہ اور سحر میں حب ذیل فرق ہے۔

معجزہ

(۱) خدا کا فعل ہے (۲) تمام مخلوق کو تھکا جانے اور عاجز کرنے والا ہوتا ہے (۳) بدون اسباب ظہور پذیر ہوتا ہے۔ (۴) جب خدا کو منظور ہو۔ تب ہی ظاہر ہوتا ہے۔ انبیاء کو کوئی اختیار نہیں۔ (۵) غیر کسی ہے۔ دیگر فنون کی طرح کوئی فن نہیں (۶) صاحب معجزہ مدعی نبوت متعلق عن الزاۃ اور متعلق بالفضائل اور فہم ہونا چاہیے۔ اور اس کا فعل قابل اقتدار اور باعث ہدایت ہونا چاہیے۔

(۷) ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ سحر

(۱) ساحر کا عمل اور اس کا کب ہے۔ (۲) انسان کا عمل ہے جسکو اور لوگ بھی تعلیم و تعلم سے حاصل کر سکتے ہیں۔ (۳) بدون ذرائع کے ظہور ممکن نہیں۔ (۴) انسان کے ارادہ پر موقوف ہے۔ جیسے آگ جلانا وغیرہ (۵) کسی ہے اور فن ہے

(۶) کافر اور بدین اور بدعاش نوک بھی کر سکتے ہیں۔ بلکہ اکثر ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔
 لہذا منسوب ہو جاتا ہے۔

اسی واسطے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو وہ اژدہ بن کر دوسرے
 ساحرین کے تمام سانیوں کو جو نزوح نہائے گئے دھتے نکل گیا۔
 نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ ایمان میں اپنی تمام امت سے فائق اور
 برتر ہو۔ صدیقیت اور محدثیت اور امانت اور حکمت تزکیہ نفوس اور تائید
 بروح القدس خلافت اور تمام اخلاق فاضلہ کاملان اور تمام کمالات کا منبع ہو۔
 اور باقی تمام امت اسی آفتاب رسالت کے انوکاس سے ان صفات کیسے
 منتصف ہو۔ ہر شخص اپنی اپنی مناسبت اور قابلیت کے موافق کمالات مذکورہ الصّد
 کا عکس قبول کرنا ہو چنانچہ ابو بکرؓ کے قلب پر شان صدیقیت کا انوکاس ہوا۔ تو
 صدیق ہو گئے۔ اور عمرؓ کے قلب پر شان محدثیت کا عکس پڑا تو محدث بن گئے۔
 اور شان خلافت کے انوکاس سے خلیفہ ہوئے۔ شان امانت کا پتو ابو عبیدہؓ
 پر پڑا تو امین الامت کہلائے۔ عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ
 بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ معاذ بن جبلؓ شان تعلیم الکتاب الحکمت کا عکس پڑا
 تو فقہاء کہلائے۔ خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی اپنی فطرت اور طبیعت کے مناسب کمالات
 نبوت کے انوکاس کو قبول کرتا ہے۔ جیسے کسی استاذ جامع مقول و منقول و حاوی
 اصول و فروع کے چند شاگردوں میں سے بعض پر تغیر کا رنگ غالب ہو جاتا ہے
 اور بعض پر حدیث کا اور بعض پر فقہ کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اور بعض پر عقلیت کا۔
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احوال ربانی و احوال ظاہری دونوں کے جامع تھے۔ احوال
 باطنی کہ جس میں معرفت اور حقایق امکانیہ وغیرہ کا انکشاف مجانب اللہ ہوتا ہے شریعت
 میں اعلیٰ کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور احکام ظاہری کہ جس میں حلال و حرام کے
 احکام امت کو بتلائے جاتے ہیں۔ ان احکام کے مجموعہ کا نام شریعت ہے
 اور ظاہر ہے کہ ولایت کا تعلق صرف اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ اور شریعت کا تعلق دوسروں
 سے بھی ظاہر ہے۔ کہ شریعت اور ولایت دونوں نبوت اور رسالت کے دو شعبے
 ہیں۔ ایسے بعض صوفیائے ولایت کو نبوت تشریفی کے عنوان سے اور شریعت کو

نبوت تشریحی کے نام سے موسوم کر دیا ہے۔

یا ادیباً بر آفتاب رسالت نشان ولایت یعنی نبوت غیر تشریحی کا انعکاس ہوا۔ اس لئے اس طبقہ نے آپ کی شریعت کی محافظت و نگرانی کی۔ اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو حلال و حرام کی تلقین فرماتے تھے۔ اسی طرح علماء اور ائمہ اجتہاد نے آپ کی ہی شریعت کو سامنے رکھ کر غیر منصوص مسائل میں اجتہاد فرمایا۔ اور اپنے اپنے مقلدین کو اس پر عمل کرنا حکم دیا۔ لیکن اس ہمہ شریعی انبیاء اور اجتہاد و مجتہدین میں فرق ہے۔ انبیاء کی تشریح قطعی اور یقینی ہے۔ اور مجتہدین کا اجتہاد ظنی ہے۔ انبیاء کی تشریح کے یہ طرح تابع ہے مجتہدین میں رجوع عن الاجتہاد ہے۔ اور چونکہ نبوت میں شریعت اور تشریح غائب ہوتی ہے اور ولایت مغلوب۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے العلماء و مرثیۃ الانبیاء و فرما کر عطا کی تخصیص فرمائی ہے۔ اور اسی وجہ سے قیامت میں علماء انبیاء اور رسل کی صف میں منگے۔ ہر نبی کے ساتھ اس امت کا ایک دو عالم یا زیادہ اس کے یمن و یسار میں کھڑا ہوگا۔

الحاصل نبوت کے غیر تشریحی شعبہ یعنی ولایت کا انعکاس قلوب اولیاء پر انکشاف معارف اور اتمام اور الہام اور ظہور کرامات کی شکل میں ہوا۔ اور نبوت کے تشریحی شعبہ یعنی شریعت کا انعکاس قلوب مجتہدین پر بزرگ اجتہاد ہوا۔ اور یہ اجتہاد حاشاء کلا۔ تشریح نہیں۔ بلکہ تشریح نبوی کا ادنیٰ رائے اور معمولی سا عکس اور ظن ہے۔ جس طرح شعون الہیہ اور کمالات ازلیہ کے انعکاس سے کوئی شخص الہ نہیں سمجھتا۔ ٹھیک اسی طرح کمالات نبوت کے انعکاس سے کوئی شخص کسی قسم کا نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو بذریعہ مشیرات امور غیبیہ منکشف ہونے لگیں۔ یا کوئی کتاب اور حکمت کی تعلیم دینے لگے۔ یا لوگوں کا تزکیہ کرنے لگے تو اس سے یہ دہم نہیں ہو سکتا کہ اس میں کوئی حصہ نبوت اور رسالت کا آگیا ہے۔ روایہ صادقہ اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے۔ اب لوگوں کے واسطے نبوت میں سے روایہ اور مشرقات وغیرہ باقی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی نبوت کا لفظ اور نبی کا نام بجز شرع

یعنی احام و نواہی کے لانے والے کے سوا اور کسی پر نہیں بولا جاسکتا نیز بت
کے اجزاء میں سے تشریح بھی ہے۔ جو وحی ملکی سے ہوتی ہے۔ اور
یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔ نبوت کا اطلاق اس پر ہو سکتا
ہے جو تمام اجزاء نبوت سے متصف ہو۔
پس کمالات نبوت سے متصف ہونا انصاف بالنبوت کو مستلزم نہیں
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نظ

از (عبدالمجید نائب درس اسلامیہ کول بھیرہ)

ہے ایک سمندر عرفاں کا اس چھوٹے سے پیمانے میں

لے غافل آنا محو نہ ہو دنیا کے تماشہ خانے میں
ہے تیرا گمان یہی شاید رہنا ہے مدام زمانے میں
ہے تیرا گمان اٹھائے کھڑی تیری تاک کے اندر موت تیری
جب کو چرخ کی پہنچی آن کھڑی لگ جائیگا تیرے نشانے میں
جب باد کا جھونکا آئیگا تیرا کچا گھر اڑ جائے گا
لے کھڑی! وقت نہ ضائع کر اس بوجے لٹنے بلنے میں
ہے کی طلب ہے فضول ہوس اس بود کے اندر کیا ہے کھا
سے دل حال فنا کے سوا مخفی ہے بقا مرٹ جانے میں
تو پیش از آنکہ بجاک روی اگر خاک شوی اکسیر شوی
ہے عیش و دام و حیات ابد قبل از مردن مرجانے میں
واقف ہو کوئی تو سمجھے اسے عارف ہو کوئی تو پہچانے
کیا جانے کوئی کیا مقصد تھا پوشیدہ کُن فرماتے میں
مقصود تھا کشف مقام نبی منظور تھی رفعت نام نبی

کچھ اور غرض مطلوب نہ تھی اس پتلے کے بنوانے میں
 تیری چشم بصیرت ہے گردِ افراقِ انفسِ کدہ میں جھانک دُرا
 ہے ایک سمندرِ عرفاں کا اس چھوٹے سے پیمانے میں
 موجود ہے سلوکِ نہیں حاضری ہے مگر مفہوم نہیں
 ناکام ہے عقل و فلاسفی اس نکتہ کے سمجھانے میں
 یہ راز بہت پوشیدہ ہے یہ بات بہت پیچیدہ ہے
 پڑتی ہے ہزار نئی آجہن اس رشتہ کے سلجھانے میں
 یاں ہوش کے ہوش بجائی نہیں یاں فہم کا دہسہم رسا ہی نہیں
 عاجز ہیں زبان و قلم دونوں اس حکمت کے بتلانے میں
 مَنْ وَجَدَ كَتَمَ رُؤُلَہَا لِبَسْتَنَ ہے معمولِ یہاں
 ہے راز کا رکھنا فرضِ اتمِ محبوبوں کے بارانے میں
 جسے دیدے وہ ضبط کرے جو راز کے سولی پہ چڑھے
 افشاکی خطا پر سیاہ ہے ہونا ہر جس دیوانے میں
 وہ پیارا جس کا جلیس ہوا وہ دلبر جس کا انیس ہوا
 محفوظ ہے باجمیعت ہے آبادی میں ویرانے میں
 اک گھونٹ جو اس سے نوش کرے تا محشر وہ شراب ہے
 بنتی ہے جمیل وہ طرفہ سے اس ساقی کے میخانے میں

حفظانِ صحت

(رازِ حکیم حافظ غلام حبیب لسانی سند یافتہ طبیہ کالج دہلی)
 مذکورہ بالا عنوان کے تحت میں ایسے اصول اور قواعد بیان کرنا چاہتا ہوں جن کی مدد سے
 میں ہمیشہ کے لئے جائیں گے جن پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف اپنی صحت کو
 قائم رکھ سکتا ہے۔ اور امراض کے حملہ سے محفوظ رہ سکتا ہے بلکہ اپنی

جسمانی حالت کو بہتر اور عمدہ بنا سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ انسان روزانہ مختلف امراض کا شکار ہو کر علاج کرنے میں اپنا قیمتی وقت اور دولت ضائع کرے یہ بہتر ہے کہ حفظانِ صحت کے اصولوں اور قوانین پر عمل کر کے اپنی صحت اور زندگی کی حفاظت کی جائے۔ اور حفظانِ صحت کا علاج یہ ہے کہ ذہن اصول پر ہمیشہ قائم رہے۔ اس سلسلہ میں روزانہ زندگی مٹی بہت سی ایسی ضروریات ہیں جن کا ذکر از حد لازمی ہے۔ لیکن آج کی صحبت میں صرف کھانا کھانے کے متعلق چند ضروری ہدایات عرض کی جاتی ہیں۔

۱۔ کھانا پکانے اور کھانے کے برتن خوب صاف ہونے چاہئیں۔ اور تلبے کے برتن ضرور قلعی دار ہونے چاہئیں۔ بے قلعی تانبے کے برتن میں کھانا پکانے سے اس میں تانبے کا کثرت مل جاتا ہے۔ اور وہ زہریلا ہو جاتا ہے جس سے بعض اوقات جی مستلانا اور دست دہن شروع ہو جاتے ہیں۔

۲۔ غذا خوشنما خوش ذائقہ اور خوب پکی ہوئی ہونی چاہیے۔ خراب پکی ہوئی یا سی غذا مضر ہوتی ہے۔

۳۔ غذا آہستہ آہستہ خوب چبا کر کھانی چاہیے۔ تاکہ لقمہ کے سٹا لعاب ذہن آمیز ہو کر بعض اجزاء غذائیہ (نشہ کی قسم کے اجزاء) کے مضعم ہونے میں معاون ہو۔

۴۔ کھانا کھانے وقت طبیعت کو خوش و خرم رکھنا چاہیے۔ بخ و غم اور فکر و تردد کی حالت میں کھانا بخوبی لمضم اور جزو بدن نہیں ہوتا۔

۵۔ کھانا بہت پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے۔ بلکہ دو چار قہوں کی جھوک باقی رہنے پر دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے۔

۶۔ پینے کے لئے خالص اور پاک و صاف پانی بہترین چیز ہے۔ کھانے کے درمیان بشرط ضرورت وہاں سے پیاں ہوو اس پانی پیتا چاہیے

زیادہ پانی پینے سے معد کی رطوبت ہاضمہ نشی ہو کر کمزور ہو جاتی ہے
۷۔ کھانا کھاتے ہوئے برف کا پانی یا بہت سرد پانی نہیں پینا چاہئے۔

خصوصاً جبکہ کھانا گرم ہو۔
۸۔ کھانا کھانے کے بعد کم از کم آدھ گھنٹہ تک تفریح اور آرام کرنا چاہئے اور
کوئی دماغی یا جسمانی کام نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت طبیعت کی توجہ
تمام تر معدے کی طرف ہوتی ہے۔ تاکہ معدے کی طرف دوران خون
زیادہ ہو۔ اور معدے کی رطوبت ہاضمہ زیادہ طاقت پائے جس سے ہضم
خوب ہو۔ دماغی یا جسمانی کام کرنے سے یہ توجہ دوسری طرف ہٹ جاتی
ہے۔ اور ہاضمہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کھانا کھانے کے تھوڑی دیر بعد
غس کرنا۔ جماع کرنا یا مطالعہ کرنا ممنوع ہے۔

۹۔ ہمیشہ ایک ہی قسم کی غذا نہیں کھانی چاہئے۔ مثلاً صرف گوشت خورد
یا صرف سبزی خورد طبقہ ہر دو غلطی پر ہیں۔

(علم التشريح) اور (علم وظائف الأعضاء) Anatomy
کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے انسانی اعضاء غذا کی ساخت

ایسی بنائی ہے۔ کہ وہ ہر قسم کی نباتی و حیوانی غذا کو چبا سکیں۔ اور ہضم
کر سکیں۔ گویا کہ انسان سمجہ خور ہے۔

۱۰۔ جب ایک ہی وقت میں مختلف غذائیں کھانیا اتفاق ہو۔ تو اس بات
کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔ کہ لطیف اور زود ہضم غذا پہلے کھالی جائے
اور ثقیل اور دیر ہضم غذا بعد میں کھالی جائے۔ نیز یہ ابھی خیال رکھنا چاہئے
کہ ایسی غذائیں جو باہم ملکر مضرت بن جاتی ہیں۔ ان کو ایک ہی وقت
میں کبھی نہیں کھانا چاہئے۔ مثلاً دودھ اور برتنشی۔ دودھ اور مچھلی
یا چاول اور تر بوڑ۔

۱۱۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی نہیں سونا چاہئے۔ بلکہ دو
تین گھنٹہ بعد سونا چاہئے۔

۱۲۔ کھانا ہمیشہ صاف جگہ پر صاف برتنوں میں اور پاک و صاف ہاتھوں

۱۳۔ ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے۔ کہ کھانے پر کھیاں نہ بیٹھنے پائیں۔
 کیونکہ کہیوں کی زہریلی غذا کھانے میں لگ کر وہ کھانا بھی زہریلا
 ہو جاتا ہے۔ اس لئے اپنے مکان کو نہایت پاک و صاف رکھنا چاہیے۔
 تاکہ مکھیاں داخل ہی نہ ہو سکیں۔

شیعان علیؑ

جناب امیر علیہ السلام کے ان خطبات میں سے جو پنج البلاغۃ میں بکثرت
 ہیں۔ ایک خطبہ نمونہ نیز لگ فصاحت ترجمہ پنج البلاغۃ کے صفحہ
 ۲۶۰ میں سے درج ذیل کرتے ہیں۔

خطبہ امیر علیؑ

جو امر کہ گذر گیا اور جو فعل مقدر اور مشخص کر دیا ہے میں اس پر خدا کی
 حمد کرتا ہوں۔ اور اس امر پر بھی اس کی تحمید و تقدیس کرتا ہوں۔ کہ مجھے
 آپ کیساتھ مبتلا کیا ہے۔ اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنوالے (اور میری
 دعوت کو قبول نہ کرنے والے) گروہ اگر تمہیں بحارہ دشمن سے مہلت دی جاتی ہے
 تو تم لو لو ب اور ہما و ہوس میں مشغول ہو جاتے ہو۔ اور تمہیں ساتھ لیکر دشمن سے جنگ
 کی جاتی ہے۔ تو مقابلہ میں ضعیف و سست ہو جاتے ہو۔ لگ لوگ اپنے
 امام کے پاس جمع ہوں تو تم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے۔ اور اگر کسی مشقت محنت
 کی طرف بلا نیوالی آواز کو قبول صلی کرتے ہو۔ تو پھر بہت جلدی حجت تہمقزی
 کر جاتے ہو۔ تمہارے دشمن کیسے کوئی مر رہا ہے۔ وہ جہاد جو تمہارے ذمہ
 واجب ہے۔ اس میں نصرت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کا تم انتظار کر
 رہے ہو۔ وہ تمہاری موت ہے اور ذلت ہے تم جہاد اور نصرت میں سستی

اور کاہلی سے کام لے رہے ہو۔ اس کا انجام تو موت اور خواری ہے۔ قسم خدا
 کی اگر میرا روز موعود (موت) آجائے۔ اور بیشک وہ ضرور آئیگا۔ تو وہی حالت
 میں میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کریگا۔ کہ میں تمہاری مصاحبت
 کیلئے دشمن ہوگا۔ اور تمہارے سبب کسی قسم کی قوت و شوکت مجھے حاصل
 نہ ہوگی تم میری زندگی تک مجھ سے برکتہ رہو گے۔ مجھے دشمن سمجھو گے
 اور تمہارے سبب میں صاحب شرکت نہ ہونگا۔ خدا کے بندو! کیا دین میں اپنی
 بندش کی قوت نہیں کہ تمہیں ایک جگہ جمع کرے۔ کیا تمہیں اپنے امثال و اقارب
 کو بھی دیکھ کر حسرت اور غیبت نہیں آتی۔ جو تمہیں (مدافعت شمن کیلئے)
 تیز و طرار کر سکے۔ کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ نہایت ہی سفیہ ستمگاریوں کو
 بلاتا ہے اور وہ بغیر کسی احسان و انعام و شیش کے اس کی متابعت کرتے ہیں۔ اور
 انعام اور احسان کے ٹکروں کی طرف بلا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اہل اسلام کے
 خلف ہو معقول انسانوں کی اولاد ہو۔ مگر پھر بھی مجھ سے متفرق ہوتے ہو اور برابر
 مجھ سے اختلاف کئے جاتے ہو۔ میرا کوئی حکم تمہارے لئے ایسا صادر نہیں ہوا۔ جو
 موجب خوشنودی ہو۔ اور تم اس پر رضامند ہو جاؤ۔ اور نہ کوئی ایسی چیز جو باعث
 غفلت ہو۔ اور تم اس پر اجتماع کرو۔ میرا کوئی امر و نہی خواہ تمہیں پسند ہو
 یا ناپسند۔ مگر اس سے لامحالہ انحراف کرو گے۔ اور یاد رکھو۔ بہترین
 اشیاء جس کی ملاقات کا مجھے اشتیاق ہے میرے نزدیک موت
 ہے۔ میں نے تمہیں کتاب خدا کا سبق دیا۔ تمہاری تعلیم میں حجت و برہان کے
 ساتھ ابتدا کی۔ تمہیں اس چیز کو چھینوایا جس کا تم انکار کرتے تھے۔ جس سے
 تم جاہل تھے۔ میں نے تمہیں وہ چیز بلا دی جسے تم اپنے لبوں کے دور رکھتے
 تھے۔ جو تمہیں ناگوار خاطر تھی۔ (شراب معرفت الہی و معارف ربیبیہ)

(داخلہ)

عرض حال

اللہ کے بھروسہ پر خدمت دین کے لئے "حزب انصار" نے یکم جمادی الثانی
 ۱۳۸۸ھ سے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ چھ ماہ کے عرصہ میں حزب کو اپنے مقصد میں

جس قدر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی مختصر کیفیت بغرض آگاہی شائع کی جاتی ہے۔ فائزین کرام کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ اگر وہ ان امور کو اسلام و مسلمین کیلئے واقعی مفید سمجھتے ہیں۔ تو تعاون علی البہد والتقویٰ پر عمل فرمائیں۔ اور ہر قسم کی امداد سے حوصلہ افزائی فرمائیں۔ ورنہ ہماری خامیوں اور کمزوریوں سے آگاہ فرمانہ صحیح رہنمائی کا فرض انجام دیں۔ ہر وہ صاحب جن کے ہاتھ میں یہ سالہ پیچہ سرور ترقی کے آخری دو صفحات جن پر ۳۰ و ۳۱ کے ہندسے درج ہیں بغور مطالعہ اپنی قیمتی آرا سے ناظم حزب الانصار بھیرہ کو مطلع فرمائیں۔

۱۔ تبلیغ و اشاعت۔ بوجہ کمی سرمایہ باقاعدہ مشاہرہ پر مبلغین کا تقرر نہیں ہو سکا۔ اعزازی مبلغین و اراکین حزب الانصار نے اس عرصہ میں اضلاع گجرات شاہ پور جہلم۔ اور جھنگ کے کم از کم ڈیڑھ سو دیہات میں دورہ کیا۔ اور لاکھوں نے پیغام حق ان کے ذریعہ سنا۔ خاکسار مدیر کو کثرت مشاغل کے باوجود صرف ماہ مارچ و اپریل میں جب ذیل مقامات پر جانا پڑا۔ بڑا نہ ضلع جھنگ تحصیل سمندری۔ چک نمبر ۷۷۴ صلع لائل پور۔ گجرات۔ وزیر آباد۔ قیسے ضلع گوجرانہ میانہ۔ بگم شریف ضلع جہلم۔ وارہ عالم شاہ۔ گھگھاں والی۔ کٹھیاہ شیخاں ضلع گجرات وغیرہ۔ سرمایہ کافی ہونے پر ایسے مبلغین مقرر کئے جائیں گے جن کا ماہواری وظیفہ مقرر ہوگا۔ اور وہ محض تبلیغ و اشاعت کا فرض دیہات میں دورہ کر کے انجام دیں گے۔ فراہمی سرمایہ کا کام ان کے متعلق نہ ہوگا۔ ۳۴ عیسائی۔ ۲۰ ہندو۔ ۵ اچھوت۔ ایک میرزائی۔ ۳ شیعہ اور سینکڑوں مذہبین نے نائب ہو کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہونا قبول کیا۔

۲۔ اصلاح رسوم۔ بذریعہ دغظ دیہات میں مساعی جاری ہیں۔ شہر بھیرہ میں مستریوں کی پوری قوم شریعت کی پابندی کا عہد کر چکی ہے اور ان کی دو تین شادیاں شریعت کے مطابق ہو چکی ہیں۔ دوسری اقوام بھی اللہ اللہ اس سے اثر پذیر ہو گئی۔

۳۔ دارالعلوم۔ اللہ کے فضل و کرم سے بخوبی جاری ہے۔ اور دین بدن ترقی پر ہے۔ روزانہ بعد نماز فجر جامع مسجد میں قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کا

درس ہوتا ہے۔ ۷ بجے سے ۱۱ بجے تک باقاعدہ تعدد کتب و تہذیب کی ہوتی ہے۔
بعد نماز ظہر ۳ بجے سے ۶ بجے تک تدریس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ طلباء
کی تعداد ۲۶ سے زیادہ ہے جن میں سے ۱۵ طلباء کی خوراک و رہائش
وغیرہ کے مصارف دارالعلوم کے ذمہ ہیں۔ مولانا عبدالرحمن صاحب صدر
مدین اپنی طویل علالت کی وجہ سے باقاعدہ حاضر نہیں ہو سکے۔ اور اب
ان کی حالت توبہ صحت ہے۔ مولانا مولوی محمد مبارک صاحب مدمدرس
نہایت تندرستی و محنت سے کام کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے حفظ
کسیئے تعلیم القرآن کی شاخ بھی شروع حاصل کر رہی ہے۔ یتیمی و لاوارث
بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام موجود ہے۔ مسلمانوں کو اس خالص دینی مدرسہ
و دارالعلوم کی پوری سرپرستی کرنی چاہیے۔ اور اپنے بچوں کو کم از کم چار سال کے
لئے اس مدرسہ میں بھیج کر ناب دارین حاصل کرنا چاہیے۔ کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی
بلکہ مستحقین کو امداد بھی دی جاتی ہے۔

۴۔ **کتاب خانہ**۔ خاندان بکویہ نے اپنا وسیع کتب خانہ عاریتاً دیدیا ہے۔ مگر حقیقت
حرب کا اپنا کتب خانہ موجود نہ ہو۔ مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا۔ کم از کم پانچ سو روپیہ
کتب خانہ کے لئے درکار ہے۔ ہمدردان قوم کی اعلیٰ توجہ سے اس کی تکمیل
ہو سکتی ہے۔ آج نہ رہا اشخاص ایسے موجود ہیں۔ جن کے ہاں بلا ضرورت
متعدد نسخے کتابوں کے موجود ہیں۔ اگر وہ ان کتابوں کو کتب خانہ ہذا میں داخل
کر کے وقف کر دیں۔ تو ہمیشہ کینیئے صدقہ جاریہ کا کام دے سکتی ہیں۔
۵۔ **معاونین کا شکریہ**۔ سابقہ اعلان کے بعد حسب ذیل حضرات نے
اعانت فرمائی۔ - فخر اہم اللہ خیر الجزا۔

جناب محمد خلیل صاحب مدرس اسلامیہ ہائی سکول جالندھر ص
مولانا سید پیر احمد غوث شاہ صاحب ترموی ص
خواجہ عبد المجید صاحب ص

حب ذیل حضرات نے رسالہ خمس الاسلام کے لئے فریدارہم پہنچا کر
حوصلہ افزائی فرمائی۔

ڈاکٹر فیروز الدین صاحب گوردیپور ۱ - منشی عبد شکور صاحب راولپنڈی ۲ -
منشی محمد رمضان تسکن بھیرہ ۱ - بیاب احمد دین صاحب کشمیری ساکن چک نمبر
۱۰۶ شمالی ۱ - مولوی نور محمد صاحب ساکن چک مجاہد ۱ -

حسب ذیل حضرات نے کتب خانہ کی اعانت میں حصہ لیا۔
سیّد محمد ابراہیم و محمد شفیع صاحبان خوجہ سیٹھی ساکن بھیرہ -
زدا المتحرار المعروف شامی مطبوعہ مصر ۵ جلد - سیف المقلدین یک جلد
عینی شرح ہدایہ جلد ثالث و رابع -
ملات فیروز الدین صاحب بھٹی ساکن بھیرہ -
درالمصائب ۵ جلد - کشکول کلیمی یک نسخہ -

ایک صاحب جو اپنا نام نہیں ظاہر کرنا چاہتے - انہوں نے حسب ذیل
کتب عطا فرمائیں -

علم الصیغہ - دستور المبتدی - کتاب الصرف - کتاب النحو - مرقاة العربیہ حصہ
اول
یک یک یک یک یک
تصفیۃ العقائد - الوشاح الحامدی المفصل علی مخدرات المفصل - ترجمہ
یک یک

خط امام غزالی بنام یکے از شاگردان - فصول اکبری - کافیه شرح فارسی
یک یک یک

خرج مائتہ عامل - مجموعہ رسائل صرف پنج گنج وغیرہ -

۶ - مالی حالت بفسلہ تعالیٰ رؤبہ اصلاح ہے - ماہ مارچ و اپریل
کے گوشوارہ ہائے مداخل و مخارج حسب ذیل ہیں -

داخل - مداخل - چندہ ارکان - چندہ خریداران رسالہ - صدقہ فطر - متفرق

مخارج - طلبہ - طباعت و غیرہ سالہ ماہ فروری مارچ - تنخواہ عملہ مدرسین و ملازمین

۲

۴

۵

متفرق - میران - میران کل قرضہ

عمر مالوے ماروے

(نوٹ) طلبہ کا کھرج خوراک وغیرہ کلاس میں شامل نہیں - اس کا بار معاونین و اراکین کی جیبوں پر ہے -

نیازمند - ناظم حزب الانصار بھیرہ - پنجاب -

گزارشات

۱۔ ایسے مبلغین کی ضرورت ہے جو دیہات میں دورہ کر کے اصلاح رسوم و علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے عوام الناس میں ولولہ عمل پیدا کر سکیں۔ مشاہرہ وغیرہ کے لئے زبانی یا بذریعہ خط و کتابت فیصلہ ہو سکتا ہے۔ نیز ایسے معاونین درکار ہیں۔ جو اپنے اپنے علاقہ میں فراہمی سرمایہ و زراعت کے لئے سعی کریں۔ ایسے حضرات کو رسید یکجہیں بھیجی جا سکتی ہیں۔ کوئی کام بنیہ سرمایہ کے چل نہیں سکتا۔

۲۔ رسالہ شمس الاسلام کے خریداران میں سے جو صاحب رسالہ سماع الابراہیم کے خواہشمند ہوں وہ ایک آنہ کے ٹکٹ بھیج کر مفت طلب کر سکتے ہیں۔ جو صاحب خریدار نہ ہو وہ ۸ روپے کے ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

۳۔ رسالہ شمس الاسلام کے لئے ۵ خریدار دینے والے کو سال بھر رسالہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ تین خریدار دینے والے کو چھ ماہ۔ اور ایک خریدار دینے والے کو رسالہ سماع الابراہیم مفت بھیجا جاتا ہے۔

۴۔ جماعت حزب الانصار بھیرہ اور جماعت حزب اللہ جلال پور شریف دونوں کا ایک ہی مقصد ہے۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ بلکہ حضرت امیر حزب اللہ نے حزب الانصار کا الحاق اپنی جماعت سے قبول فرمایا ہے۔ لہذا حزب الانصار کے تمام اراکین جماعت حزب اللہ کے اغراضی رکن متصور ہونگے۔ اور حزب الانصار اپنے داخلی امور

میں آزاد ہوگی۔

۵۔ نصاب التجیل یعنی چار سالہ نصاب کے مطابق دارالعلوم میں تدریس شروع ہے۔ چار سال کے اندر دعویٰ کیا پڑھا انسان اتمام علوم دینیہ میں کافی استعداد حاصل کر سکتا ہے۔ جو صاحب خود شامل ہونا چاہیں یا اپنے بچے کو داخل کرنا چاہیں۔ تو جلد ہی بھیج دیں ورنہ بعد میں کمی پورا کرنا اس کے لئے دشوار ہوگا۔ اور جماعت کے ساتھ چل نہ سکیگا۔

دیہی مدارس کا سال یکم شوال سے شروع ہوتا ہے۔ اور ماہ شعبان میں امتحان کے بعد فراغت حاصل ہو سکتی ہے۔

المحـ

ناظم حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)

دورِ حاضرہ کی مختصر کیفیت

دارلحد ولایت شاہ صاحب نشی قائل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول سرگودھا،
گھٹا کفر و ضلالت کی ہے چھائی ہم ضیاء سمجھے | معاذ اللہ یہ کچھ نہیں کہ ظلمت کو جلا سمجھے
غضبِ معرفت چھوڑی سرا رنیا والوں | فقہ ماہہ پرستی کو ہی اپنا رہنما سمجھے
گھٹا بدعات کی چھائی فضائے دہریہ میں لپی | بنا کو ہم فروغ سمجھے فروغ کو ہم بنا سمجھے
حقیقت کو کیا قربان مجازی لگ ریگیا | شریعت کو جفا سمجھے طرقت کو دغا سمجھے
ہے سراعیت تمتائی زرو مال متاع و جاہ
بنی دولت چل اغراہ اسی کو ہم غنا سمجھے

(مطبوعہ منور پریس سرگودھا)

مَنْ النَّصَارَى إِلَى اللَّهِ

حزب الانصار ایہ مخلص ملکوں کی جماعت ہے جبکہ مقصد وحید خدمت اسلام و مسلمان ہے
مسلمان کیلئے اس کا داخلہ کھلا ہے۔ مگر مسلم جس کے سینہ میں اولہ عمل موجود ہے جو وقت اسلام کی
زبون حالی سے متاثر ہو کر عملی کام کرنے پر آمادہ ہو۔ اس کا فرض ہے کہ حزب الانصار میں شامل ہو
کر ایک نظام کے ماتحت سرگرم عمل ہو جائے۔

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ تبلیغ و اشاعت اسلام۔
(۲) اصلاح رسوم (۳) احیاء و اشاعت علوم و دینیہ۔

طریقہ کار (۱) اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس کیلئے ایسے دارالعلوم کا اجراء جس میں طلباء و دینیات
کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے مکمل عالم مبلغ اور منافذ بن کر نکلیں۔ اور عوام کی
ہدایت و تقویت دین کا باعث بنیں۔ (۲) ایسا کتب خانہ قائم کرنا جہاں جملہ علوم و فنون
دیگر فاضل باطلہ کی کتب جمع کی جائیں۔ جن کے مطالعہ سے مدرسین و مبلغین اور طلباء کی نظر
غائر اور خیالات عالی ہوں۔ اور عام شائقین اس کے مطالعہ سے مستفیض ہو سکیں۔
(۳) مبلغین و کارکنان کی ایسی جماعت کا قیام جو بذریعہ وعظ و تقریر عامہ مسلمان خصوصاً دیہاتیوں
تبلغ اسلام آتی کریں جس سے ان کے اخلاق و معاشرت کی اصلاح و رسوم و معاملات
شرعیہ کی ہدایت ہو سکیں۔ (۴) اغراض مذکورہ بالا کی اشاعت کیلئے مامور ای رسالہ کا اجراء۔

ضرورت ہے

ضرورت ہے سرفروش مجاہدین کی جو مذکورہ بالا لائحہ عمل کی تکمیل کیلئے کارکنان حزب الانصار
کا ہاتھ بٹائیں۔ یہ کام افراد کا نہیں بلکہ جماعت کے ذریعہ ہی سرانجام ہو سکتا ہے۔ جامع مسجد
بصرہ میں دارالعلوم عزیز قیام ہو چکا ہے جس میں علوم عربیہ اسلامیہ کی مکمل تعلیم و تدریس طلباء
کیلئے رہائش و خوراک کا انتظام موجود ہے۔ بوجہ اس کی سربراہیہ کتب خانہ کے قیام کیلئے مشکلات
درپیش ہیں۔ درود مند حضرات کتب خرید کر وقف فرمادیں۔ اس طرح سے آسانی کیسا کتب خانہ
قائم ہو سکتا۔ یتیم لاوارث اور فلس توحش کی تعلیم و تربیت خوراک و رہائش کیلئے خالص تنظیم
کیا گیا ہے مبلغین و دیہات میں دورہ کر کے نئی زندگی کی روح پھونک رہے ہیں یہاں
شمس الاسلام حزب الانصار کی طرف سے جاری ہے۔ ان تمام مصارف پر دوسروں کیلئے
مامور سے زیادہ خرچ ہو رہا ہے حزب الانصار کے مفلس بیکس مگر در دولت سے تیار
کارکن اپنی حیثیت سے زیادہ مصارف خرچہ تحمل میں جملہ اہل اسلام کا فرض ہے کہ اس کار خیر میں
مشارکت کر کے گرا چاہتے ہیں۔ امیر مسلمانوں کی کاوش ہے۔

نیکی کن لے فلان وغنیت شمار

ز ان پیشتر کہ با ہم بر آید فسلان نما

دوت عمل

حزب الانصار کے مقاصد و اغراض و طریقہ عمل سرورق رسالہ کے قیصر صفحہ پر درج ہے۔ یہ مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ سوچے کہ یہ کام اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیا اس کا فرض نہیں۔ کہ اس خدمت میں کرب توفیق حصہ لے۔ ذیل کے طریقہ سے آپ اس اسلامی پودے کی آبیاری فرما سکتے ہیں۔

۱۔ اپنی ماہواری آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بہ ماہ حزب کو پہنچتا ہے۔ نیز اسکے کرن بنکر اور دوسروں کو کرن بننے کی ترغیب دیکر اس کا حلقہ کار وسیع کیجیے۔

۲۔ اپنی زکوٰۃ و صدقہ و خیرات اگر سب نہیں تو اس کا بڑا حصہ دارالعلوم غزنیہ کے غریب نادار طلباء اور یتیم و لاوارث بچوں کیلئے عطا فرمائیں۔ جنگی تعلیم و تربیت۔ خوراک و رہائش کا ذمہ حزب الانصار بنے لے رکھا ہے۔

۳۔ ماہواری رسالہ شریعہ اسلام کے تیار بنکر حزب الانصار کو اس کے مالی مصارف سے سبکدوشی میں اور دیکھیے۔ نیز رسالہ کی اشاعت وسیع کر نیکی کے لئے سعی فرمائیے۔ کم از کم کوئی گاؤں ایسا ہے جس میں رسالہ نہ جانا پڑھتین جانتے کہ رسالہ کا ہر ماہ کسی جگہ جانا ایک مکمل عالم سنیہ اور نہاں کیجائیے براہ کرم۔ تیامی ایسا کین وغریب آوارہ مسلم بچے جہاں ہیں۔ ان کو تعلیم و تربیت کیلئے دارالعلوم غزنیہ بھیرہ میں بھیج دیں۔ تاکہ بڑی صحبت کے اثر سے بچ کر اسلام کے خادم بن سکیں۔

۴۔ اپنے جو کوئی تعلیم کیلئے کم از کم چار سال کیلئے دارالعلوم غزنیہ میں بھیجیں۔ چار سال میں معمولی قابلیت کے طالب علم کو کافی استعداد حاصل ہو سکتی ہے۔ یا ماں مساجد کو مجبور کریں۔ کہ وہ تعلیم حاصل کریں۔ اور اپنے بچوں کو چار سالہ نصاب کی تکمیل کیلئے بھیرہ میں بھیجیں۔

۵۔ اہل علم حضرات رسالہ کی علمی اسائنمنٹس و ریخ لکھوائیں۔ اور مختصر حضرات کا فرض ہے۔ کہ کتابیں اپنے پاس سے یا خرید کر کتاب خانہ حزب الانصار کیلئے وقف فرمادیں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ کا کام دیکھیں۔ جن جن کتب کی ضرورت ہے وہ بذریعہ استفسار معلوم فرمائیں۔

۶۔ اپنے علاقہ میں غریب نادار کی تبلیغی جدوجہد و دیگر کوائف سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو حزب الانصار کے مبلغین طلب فرما کر تبلیغی جلسہ کے انعقاد کا انتظام فرمائیں۔

۸۔ اگر آپ تبلیغ کر سکتے ہیں۔ تو شعبہ تبلیغ حزب الانصار میں اپنا نام درج کرائیں۔

المعارض ناظم حزب الانصار بھیرہ (پنجاب)